غائب کی نمازِ جنازہ سے روکنے والا ہادی

الهادی الحاجب عن جنازة الغائب

۱۳۲۶ھ

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب

۱۳۲۶ھ

(غائب کی نمازِ جنازہ سے روکنے والا ہادی)

مسئلہ ۸۵ تا ۸۷ از معسکر بنگلور جامع مسجد مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب مدراسی ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالٰی کہ حنفی مذہب میں[1] نماز جنازہ مع اولیائے میت پڑھ لئے ہوں پھر دوبارہ پڑھنا[2] اور نماز جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور[3] اگر امام شافعی مذہب ہو تو اس کے اقتدا سے ہم حنفیوں کو یہ دونوں امر جائز ہوجائیں گے یا نہیں؟ یہ حیلہ ہمارے مذہب میں کچھ اصل ہے یا نہیں؟ ہمارے بلاد دکن اضلاع بنگلور و مدراس میں ان مسئلوں کی اشد ضرورت ہے۔ اُمید کہ عبارات عام فہم ہوں گی۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی لایشفع عندہٗ الا باذنہ والصلٰوۃ والسلام علی من امرنا بالوقوف عند حدود دینہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ قدر کمالہ وحسنہ اٰمین۔

تمام تعریف اللہ کے لئے جس کے حضور اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں، اور درود وسلام ہو ان پر جنہوں نے دین کی حدود پر رُک جانے کا حکم دیا، اور ان کی آل واصحاب پر حضور کے حسن وکمال کے بقدر۔ الٰہی قبول فرما!

جوابِ سوالِ اوّل: مذہب مہذّب حنفی میں جبکہ ولی[عہ۱] نماز پڑھ چکا یا اس کے اذن سے ایک بار نماز ہو چکی (اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی ولی شریک ہوگیا) تو اب دوسروں کو مطلقاً جائز نہیں، نہ ان کو جو پڑھ چکے نہ اُن کو جو باقی رہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے، جو اس کا خلاف کرے مذہب حنفی کا مخالف ہے۔ تمام کُتبِ مذہب متون و شروح و فتاوٰی اس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز میں بفضلہٖ بروجہ اتم ہو چکی ہے یہاں صرف نصوص و عباراتِ ائمہ و علمائے حنفیہ خصہم اللہ تعالٰی بالطاف الخفیہ ذکر کریں اور ازانجا کہ یہ تحریر فائدہ جدیدہ سے خالی نہ ہو اُن میں جدت و زیادت کا لحاظ رکھیں، وباللہ التوفیق یہاں کلام بنظر انتظام[عہ۲] مرام چند انواع پر خواہان انقسام:

نوعِ اوّل: نماز جنازہ دوبارہ روا نہیں۔

(۱) درمختار میں ہے: تکرارھا غیر مشروع[۱] نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔

(۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے: تکرار الصلٰوۃ علٰی میت واحد غیر مشروع[۲] ایک میت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے۔

(۳) امام اجل مفتی الجن والانس سیدی نجم الدین عمر نسفی اُستاذ امام اجل صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالٰی منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں: ؎

عہ۱: المراد بالولی ھٰھنا ھوالاحق وبغیرہ من لیس لہ الحق فاحفظ وسیأتی التفصیل ۱۲ منہ (م)

یہاں ولی سے مراد وہ ہے جو سب سے زیادہ حقدار ہے، اور غیر ولی سے مراد وہ جس کا حق نہیں، یہ ذہن نشین رہے، تفصیل آگے آئے گی ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: ہر نوع بعونِ الٰہی نفیس و جلیل مسائل پر مشتمل ہوگی کہ اس باب میں جن کی حاجت واقع ہوئی اور محلِ خلاف میں قولِ ارجح کی طرف بھی اجمالی اشارہ ہوگا وباللہ التوفیق ۱۲ منہ (م)

---

[۱] درمختار | باب صلٰوۃ الجنائز | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۳

[۲] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی | فصل فی الجنائز | سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۵۹

باب فتاوی الشافعی وحدہ وما بہ قال وقلنا ضدہ
وجائز فی فعلها التکرار وفی القبور یدخل الاوتار[عہ][1]

یعنی نماز جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف امام شافعی کا قول ہے ہمارے نزدیک جائز نہیں۔

(۴) ایضاح امام ابوالفضل کرمانی (۵) فتاوٰی عالمگیریہ (۶) جامع الرموز میں ہے: لایصلی علی میت الامرۃ واحدۃ[2] کسی میت پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔

(۷) علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

سقوط فرضہا بواحد فلواعادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ[3]۔ نماز جنازہ کا فرض ایک کے پڑھنے سے ساقط ہوجاتا ہے اب اگر پڑھیں تو مکرر ہوجائے گی اور وہ مکرر مشروع نہیں۔

بحرالرائق وشامل بیہقی وغیرہما کی عبارات نوع سوم میں آتی ہیں اور حلیہ کی چہارم اور غنایہ کی دہم میں۔

(۸) مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی (۹) نہایہ شرح ہدایہ (۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے:

لاتعاد الصلٰوۃ علی المیت الا ان یکون الولی ہوالذی حضرفان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ[4]۔ کسی میت پر دو دفعہ نماز نہ ہو، ہاں اگر ولی آئے تو حق اس کا ہے اور دوسرا اس کا حق ساقط نہیں کرسکتا۔

نوع دوم: دوبارہ پڑھیں تو نفل ہوگی اور یہ نماز نفلاً جائز نہیں۔

(۱۱) ہدایہ (۱۲) کافی شرح وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی (۱۳) تبیین الحقائق شرح

عہ لایدخل القبر عندہ لوضع المیت الا الوتر وعندنا الوتر والشفع سواء ۱۲ منہ (م) امام شافعی کے نزدیک میت کو اتارنے کے لئے قبر میں جانے والوں کی تعداد طاق ہی ہوگی اور ہمارے نزدیک طاق اور جفت یکساں ہیں۔ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] منظومہ مبارکہ نجم الدین عمر بن محمد نسفی
[2] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۸۵
فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الصلٰوۃ علی المیت نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۳
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صلٰوۃ الجنائز دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۷۱
[4] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق فصل فی السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۲

کنز الدقائق للامام الزیلعی (۱۴) جوہرۂ نیرہ شرح مختصر القدوری (۱۵) درر شرح غرر (۱۶) بحر الرائق شرح شرح الکنز للعلامہ زین (۱۷) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر (۱۸) مستخلص الحقائق شرح کنز (۱۹) کبیری علی المنیہ میں ہے:

الفرض یتادی بالاول والتنفل بہا غیر مشروع (ثم ادفی التبیین) ولہذا لایصلی علیہ من صلی علیہ مرۃ[1]۔

فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو جاتا ہے اور یہ نماز نفل کے طور پر جائز نہیں اس لئے جو ایک بار پڑھ چکا دوبارہ نہ پڑھے۔

کافی کے الفاظ یہ ہیں:

حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلوٰۃ الاولیٰ فلو فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا وذا غیر مشروع کمن صلی علیہ مرۃ[2]۔

میت کا حق پہلے فریق نے ادا کر دیا اور فرض کفایہ نماز اوّل سے ساقط ہو گیا، اب اور لوگ پڑھیں تو نماز نفل ہوگی اور یہ جائز نہیں جیسے ایک بار پڑھ چکنے والے کو دوبارہ کی اجازت نہیں۔

(۲۰) شرح تجرید کرمانی (۲۱) فتاوٰی ہندیہ (۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے:

التنفل بصلوٰۃ الجنازۃ غیر مشروع[3] نماز جنازہ بطور نفل جائز نہیں۔

(۲۳) امام محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

المذہب عند اصحابنا ان التنفل بہا غیر مشروع[4]۔

ہمارے اماموں کا مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ نفلاً روا نہیں۔

(۲۴) بحر العلوم ملک العلماء رسائل الارکان میں فرماتے ہیں:

لوصلوا لزم التنفل بصلوٰۃ الجنازۃ وذا غیر جائز[5]۔

پھر پڑھیں تو نماز جنازہ بطور نفل پڑھنی لازم آئیگی اور یہ ناجائز ہے۔

---

[1] تبیین الحقائق — باب الجنائز — مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر — ۱/۲۴۰

[2] کافی

[3] فتاوٰی ہندیۃ — الفصل الخامس فی الصلوٰۃ علی المیت — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۱۶۴

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[5] رسائل الارکان — فصل فی حکم الجنازۃ — مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ — ص ۱۵۵

ردالمحتار کی عبارت نوعِ ششم میں آئے گی۔

21

نوعِ سوم[۳]: یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے یا نجس جگہ کھڑے تھے یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے، غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی اب اعادہ نہیں کرسکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہوگیا، ہاں اگر قوم میں کوئی وجہِ بطلان نہ تھی امام میں تھی تو پھر پڑھی جائیگی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی کسی کی صحیح نہ ہوئی۔

(۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی (۲۹) شامل للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابی الفضل (۳۱) مفتاح (۳۲) جواہر اخلاطی (۳۳) قنیہ (۳۴) مجتبٰی (۳۵) شرح التنویر للعلائی (۳۶) اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحبِ درمختار (۳۷) ردالمحتار (۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر (۴۰) حلیہ (۴۱) رحمانیہ میں ہے:

بعضھم یزید علی بعض والنظم للدر ام بلا طھارۃ والقوم بھا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد[۱]۔

امام طہارت سے نہ تھا اور مقتدی طہارت پر تو نماز پھیری جائے اور عکس میں نہیں جیسے جبکہ عورت امام ہو اگرچہ کنیز ہو کہ فرض ایک کے پڑھ لینے سے ساقط ہوگیا۔

محیط و بحرالرائق کے لفظ یہ ہیں:

لوکان الامام علی طھارۃ والقوم علی غیرھا لا تعاد لان صلٰوۃ الامام صحت فلو اعادوا تکرر الصلٰوۃ وانہ لا یجوز[۲]۔

امام طہارت پر ہو اور مقتدی بے طہارت تو نماز نہ پھیری جائے گی کہ امام کی نماز صحیح ہوگئی۔ اب اگر پھیریں تو نمازِ جنازہ دوبار ہوگی اور یہ ناجائز ہے۔

شامل بیہقی کے لفظ یہ ہیں:

وان کان القوم غیر طاھر لا تعاد لان الاعادۃ لا تجوز[۳]۔

اگر مقتدی بے طہارت ہوں نماز نہ پھیریں کہ یہ نماز دوبارہ جائز نہیں۔

نوعِ چہارم[۴]: جب ولی خود یا اس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھائے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب

---

[۱] درمختار | باب صلٰوۃ الجنازۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۱

[۲] بحرالرائق | فصل السلطان احق بصلٰوتہ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/۱۷۹

[۳] شامل بیہقی

کسی کو نماز جنازہ کی اجازت نہیں۔

(۴۲) کنز الدقائق (۴۳) وافی للامام اجل ابی البرکات النسفی (۴۴) وقایہ (۴۵) نقایہ للامام صدر الشریعۃ (۴۶) غرر للعلامہ مولی خسرو (۴۷) تنویر الابصار و جامع البحار، شیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی (۴۸) ملتقی الابحر (۴۹) اصلاح للعلامہ ابن کمال پاشا (۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق (۵۱) شرح منیہ ابن امیر الحاج (۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے:

واللفظ لمتن العلامۃ ابراھیم الحلبی لا یصلی غیر الولی بعد صلٰوتہ[1]۔ (علامہ ابراہیم حلبی کے متن کے الفاظ یہ ہیں۔ت) ولی کے بعد کوئی شخص نماز جنازہ نہ پڑھے۔

امام ابن الہمام کے الفاظ یہ ہیں:

ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ[2]۔ ولی اگرچہ تنہا نماز پڑھ لے اس کے بعد کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا:

لا یصلی احد علیھم بعدہ وان صلی وحدہ ولی[3]۔ ولی اکیلا ہی پڑھ چکا جب بھی اس کے بعد کوئی نہ پڑھے۔

حلیہ کی عبارت یہ ہے:

قال علماؤنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذلک لاتشرع الصلٰوۃ علیہ ثانیا لغیرہ[4]۔ ہمارے علماء نے فرمایا جب میت پر صاحبِ حق نماز پڑھ لے پھر کسی کو اس پر نماز مشروع نہیں۔

(۵۳) مختصر قدوری (۵۴) ہدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی بن عبدالجلیل الفرغانی (۵۵) نافع متن مستصفی للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی (۵۶) شرح الکنز للعلامۃ ابن نجیم (۵۷) شرح الملتقی للعلامہ شیخی زادہ (۵۸) شرح النقایہ للقہستانی (۵۹) ابراہیم الحلبی علی المنیہ

---

[1] ملتقی الابحر فصل فی الصلٰوۃ علی المیّت موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۱۵۹

[2] فتح القدیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۴

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل السلطان احق بصلٰوتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

(٦٠) شرح مسکین للکنز (٦١) برجندی شرح نقایہ میں ہے:

ان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ[1]

اگر جنازے پر ولی نماز پڑھ لے تو اب کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

غنیہ کے لفظ یہ ہیں:

عدم جواز صلوٰۃ غیر الولی بعدہ مذہبنا[2]

ولی کے بعد سب کو نماز ناجائز ہونا ہمارا مذہب ہے۔

(٦٢) مستصفٰی للامام النسفی (٦٣) شلبیہ علی الکنز میں ہے:

لو لم یحضر السلطان وصلے الولی لیس لاحد الاعادۃ[3]

اگر سلطان حاضر نہ ہو اور ولی پڑھ لے اب کوئی اعادہ نہیں کرسکتا۔

نوعِ پنجم: کچھ ولی کی خصوصیت نہیں۔ حاکمِ اسلام یا امامِ مسجد جامع یا امام مسجد محلہ میّت کے بھی پڑھ دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحبِ حق ہیں۔

(٦٤) امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا:

وکذا بعد امام الحی وبعد کل من یتقدم علی الولی[4]

یعنی یونہی اگر مسجد محلہ میت کا امام یا سلطان وغیرہ حکامِ اسلام نمازِ جنازہ پڑھ لیں تو پھر اوروں کو نماز کی اجازت نہیں۔

(٦٥) فاتح شرح قدوری (٦٦) ذخیرۃ العقبٰی علی صدر الشریعۃ (٦٧) حواشی سید حموی میں ہے:

تخصیص الولی لیس بقید لانہ لو صلی

کچھ ولی کی خصوصیت نہیں بلکہ سلطان وغیرہ جو

---

[1] المختصر للقدوری — باب الجنائز — مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور بھارت — ص ٤٥
الہدایہ — فصل فی الصلوٰۃ علی المیت — المکتبۃ العربیۃ کراچی — ١/١٦٠
شرح النقایۃ للبرجندی — فصل فی صلوٰۃ الجنائز — منشی نولکشور لکھنؤ — ١/١٨١

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الجنائز — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ٥٨٥

[3] شلبی علی الکنز علی ہامش تبیین الحقائق — باب الجنائز — مطبعہ کبرٰی امیریہ مصر — ١/٢٣٨

[4] تبیین الحقائق — " — " — ١/٢٤٠

السلطان اوغیرہ ممن ھو اولٰی من الولی لیس لاحد ان یصلی بعدہ[1] | ولی سے اولٰی ہیں اُن کے بعد بھی کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔

(۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح اللہ المعین میں ہے:

اذا منعت الاعادۃ بصلوٰۃ الولی فبصلوٰۃ من ھو مقدم علی الولی اولٰی[2] | جب ولی کے بعد دوسرے کو اجازت نہیں تو سلطان وغیرہ کہ اس سے بھی مقدم ہیں، ان کے بعد اجازت نہ ہونا بدرجۂ اولٰی۔

(۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے:

لایجوز ان یصلی غیر الاحق بعد صلوٰۃ الولی والاحق وغیرہ[3] | جو اس نماز میں صاحبِ حق ہیں ان میں کسی کے پڑھنے کے بعد غیر کو پڑھنا جائز نہیں۔

حلیہ کی عبارت نوعِ چہارم میں گزری۔

نوعِ ششم: ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لئے اعادہ کرسکتے ہیں۔ اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا ان کی نماز میں شریک نہیں ہوسکتا۔

(۷۱) نورالایضاح (۷۲) درمختار (۷۳) بحرالرائق (۷۴) قنیہ (۷۵) شرح مختصر الوقایۃ للعلامۃ عبدالعلی (۷۶) شرح الملتقی للعلامۃ عبدالرحمٰن رومی (۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی (۷۸) شرح منظومہ ابن وہبان للعلامۃ ابن الشحنۃ (۷۹) خادمی علی الدرر میں ہے:

واللفظ لہ لیس لمن یصلی اولا ان یعید مع الولی[4] | (اور ان کے الفاظ یہ ہیں۔ت) جو ایک بار پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہیں کرسکتا۔

(۸۰) فتح القدیر میں ہے:

ولذا قلنا لم یشرع لمن صلی مرۃ | اسی لئے ہمارا مذہب ہے کہ جو ایک بار پڑھ چکا

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی علی صدر الشریعۃ باب الجنائز منشی نولکشور کانپور ۱/۱۱۸
[2] فتح القدیر فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۴
فتح اللہ المعین بحوالہ السید حموی فصل فی السلطان احق بصلوٰتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۳
[3] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۸۴
[4] خادمی علی الدرر باب الجنائز مطبعہ عثمانیہ دار سعادت ترکی ص ۹۹

التکرار۔[1]
اُسے پھر پڑھنا جائز نہیں۔

(٨١) شامی علی الدر میں ہے:

لان اعادتہ تکون نفلا من کل وجہ بخلاف الولی لانہ صاحب الحق۔[2]

اس لئے کہ اس کا اعادہ ہر طرح نفل ہی ہوگا، اور یہ جائز نہیں بخلاف ولی کے کہ صاحبِ حق ہے۔

نوعِ ہفتم: جب ولی نے دوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ آپ شریکِ نماز نہ ہوا، یا کوئی اجنبی بے اذنِ ولی خود ہی پڑھ گیا مگر ولی شریکِ نماز ہوگیا تو ان صورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کرسکتا۔

(٨٢) جوہرہ میں ہے:

ان اذن الولی لغیرہ فصلی لاتجوز لہ الاعادۃ۔[3]

اگر ولی کے اذن سے دوسرے نے پڑھ لی تو اب ولی کو بھی اعادہ جائز نہیں۔

(٨٣) بحر میں ہے:

اذن لغیرہ بالصلوٰۃ لاحق لہ فی الاعادۃ۔[4]

ولی جب دوسرے کو نماز کا اذن دے اب اسے اعادہ کا حق نہیں۔

(٨٤) فتاوٰی امام قاضی خاں (٨٥) فتاوٰی ظہیریہ (٨٦) فتاوٰی ولوالجیہ (٨٧) واقعات (٨٨) تجنیس للامام صاحبِ ہدایہ (٨٩) فتاوٰی عتابیہ (٩٠) فتاوٰی خلاصہ (٩١) عنایہ شرح ہدایہ (٩٢) نہایہ اول شروحِ ہدایہ (٩٣) تبیین (٩٤) عبدالحلیم رومی علی الدرر (٩٥) شلبی علی زیلعی الکنز (٩٦) حلیہ (٩٧) برجندی (٩٨) بحر (٩٩) رحمانیہ (١٠٠) شرح علائی (١٠١) ہندیہ میں ہے:

واللفظ للعنایۃ عن الولوالجی وللشلبی عن النہایۃ عن الولوالجی والظہیریۃ والتجنیس وللبحر عنہم وعن الواقعات رجل صلی علی جنازۃ والولی خلفہ و

(الفاظ عنایہ، شلبی اور بحر کے ہیں۔ عنایہ میں ولوالجی سے منقول ہے اور شلبی میں نہایہ سے اُس میں ولوالجی، ظہیریہ اور تجنیس سے نقل ہے اور بحر میں ان سب سے اور واقعات سے نقل

---

[1] فتح القدیر — فصل الصلوٰۃ علی المیت — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ٢/٨٤
[2] ردالمحتار — باب صلوٰۃ الجنائز — مصطفی البابی مصر — ١/٦٥٢
[3] الجوہرۃ النیرہ — باب التیمم — مکتبہ امدادیہ ملتان — ١/٢٧
[4] بحرالرائق — " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ١/١٥٧

لم یرض بہ ان تابعہ وصلی معہ لایعید لانہ صلی مرۃ۔[1]

ہے۔ ت) ایک شخص نے نماز پڑھائی اور ولی راضی نہ تھا لیکن شریک ہوگیا تو اب اعادہ نہ کرے گا کہ ایک بار پڑھ چکا۔

نوعِ ہشتم: یونہی اگر سلطان وغیرہ ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا خود نہ پڑھ لیں۔ ان کے اذن سے کوئی پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیارِ اعادہ نہیں۔

(۱۰۲ تا ۱۱۹) ۸۴ سے ۱۰۱ تک تمام کتبِ مذکورہ (۱۲۰) فتح القدیر (۱۲۱) فتح المعین میں ہے:

اما من ذکرنا لفظہم انفا فبالفاظ متفقۃ والباقون بمعانی متقاربۃ، وھذا لفظ الخانیۃ ان کان المصلی سلطانا او الامام الاعظم او القاضی او والی مصر او امام حیہ لیس للولی ان یعید فی ظاھر الروایۃ زاد الذین سقنا لفظھم لانھم اولی بالصلوۃ منہ۔[2]

جن کی عبارت ابھی ہم نے ذکر کی وہ بہ الفاظِ متفقہ اور باقی بمعانی متقاربہ بیان کرتے ہیں اور یہاں عبارت خانیہ کی ہے۔ ت) اگر امیر المومنین یا سلطانِ اسلام یا قاضی یا والیِ شہر یا امام مسجدِ محلہ نے نماز پڑھلی تو ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایۃ میں ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں کہ یہ لوگ اس نماز کے حق میں ولی سے مقدم ہیں۔

(۱۲۲) غنیہ (۱۲۳) حلیہ (۱۲۴) بحر (۱۲۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے باب تیمم میں ہے:

لوصلی من لہ حق التقدم کالسلطان ونحوہ لایکون لہ حق بالاعادۃ۔[3]

سلطان وغیرہ جو ولی پر مقدم ہیں ان کے پڑھ لینے کے بعد ولی کو حقِ اعادہ نہیں۔

کفایہ و مستخلص کی عبارت نوعِ دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثلِ عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور ان کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں امام مسجد جامع کو بھی بڑھایا۔ اور درایہ پھر نہر پھر درمختار اور جوامع الفقہ اور پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امامِ جامع امامِ محلہ پر مقدم ہے۔

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر فصل فی الصلوۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۳

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب فی غسل المیت الخ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۹۲

[3] بحر الرائق فصل فی السلطان احق بصلوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۱

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۱

(۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ (۱۲۷) شلبیہ علی الکنز میں ہے:

ولو صلی امام المسجد الجامع لاتعاد[1]	جامع مسجد کا امام پڑھ لے تو پھر اعادہ نہیں۔

(۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع (۱۳۰) بحر (۱۳۱) ردالمحتار میں ہے:

امام الحی کالسلطان فی عدم اعادۃ الولی[2]	امام محلہ بھی اس امر میں مثل سلطان ہے کہ اس کے بعد ولی کو اعادہ جائز نہیں۔

تنبیہ: امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولٰی ہے۔ یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور دُرمختار میں مجتبٰی و شرح المجمع لمصنفہ سے نقل فرمائی۔ حلیہ میں اسے عتابی سے بحوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبٰی نقل کرکے فرمایا وھو احسن یہ کلام عمدہ ہے۔ اسی طرح بحرالرائق میں فرمایا۔

(۱۳۲) خانیہ (۱۳۳) وجیز کردری (۱۳۴) عالمگیریہ (۱۳۵) خزانۃ المفتین میں ہے:

واللفظ للوجیز مات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اھلہ ثم حملہ اھلہ الی منزلہ ان کانت الصلٰوۃ الاولی باذن الوالی او القاضی لاتعاد[3]	(عبارت "وجیز" کی ہے۔ ت) غیر شہر میں مرا اجنبی لوگوں نے نماز پڑھ لی پھر اس کے اقارب آئے اسے اس کے وطن لے آئے، اگر پہلی نماز حاکم اسلام یا قاضی کے اذن سے ہُوئی تھی تو اب اقارب اعادہ نہ کریں۔

نوع نہم[9]: اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان وحکام کہ اس سے اولٰی ہیں بعد کو آئے اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کرسکتے، ہاں اگر وہ موجود تھے اور اُن کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وُہ شریک نہ ہُوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک انھیں اختیار اعادہ ہے۔

وھو محمل ما فی الدر عن المجتبٰی و	یہی اس کلام کا مطلب ہے جو درمختار میں مجتبٰی سے

---

[1] شلبی علی الکنز علی ہامش تبیین الحقائق	فصل السلطان احق بصلٰوتہ	مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر	۱/۲۴۰
[2] ردالمحتار	باب صلٰوۃ الجنائز	مصطفی البابی مصر	۱/۶۵۲
[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ	الخامس والعشرون فی الجنائز	نورانی کتب خانہ پشاور	۴/۸۰
فتاوٰی ہندیۃ	الفصل الخامس فی الصلٰوۃ علی المیت	" "	۱/۱۶۴

فی النھایة والجوھرة ثم الھندیة والطحطاوی وفی العنایة والبرجندی عن النھایة وفی الفاتح شرح القدوری وفی ابی سعید علی الدرر عن المجتبٰی وغیرہ ۔

منقول ہے، اور نہایہ، جوہرہ پھر ہندیہ اور طحطاوی میں ہے اور عنایہ و برجندی میں نہایہ کے حوالے سے، اور فاتح شرح قدوری میں ہے اور حاشیہ ابوسعید علی الدرر میں مجتبٰی وغیرہ سے منقول ہے۔ (ت)

اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اب بھی سلطان وغیرہ کسی کو اختیار اعادہ نہیں، معراج الدرایہ میں اسی کی تائید کی، ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی۔ اور یہی ظاہر اطلاق متون اور ظاہراً من حیث الدلیل اقوٰی ہے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا، غرض ہر طرح اعادہ و تکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں۔

(۱۳۶) غایۃ البیان شرح الہدایہ للعلامۃ الاتقانی میں ہے:

ھذا علی سبیل العموم حتی لاتجوز الاعادة لالسلطان ولا لغیرہ[1]۔

یعنی ولی کے بعد کسی کو نماز کی اجازت نہ ہونے کا حکم عام ہے یہاں تک کہ پھر سلطان وغیرہ کسی کو اعادہ جائز نہیں۔

(۱۳۷) صغیری میں ہے:

ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونه[2]۔

ولی پڑھ لے تو پھر کسی کو پڑھنے کا اختیار نہیں سلطان ہو یا کوئی۔

(۱۳۸) سراج وہاج شرح قدوری میں ہے:

من صلی الولی علیه لم یجز ان یصلی احد بعدہ سلطانا کان اوغیرہ[3]۔

ولی کے بعد کسی کو نماز جائز نہیں، سلطان ہو یا اس کا غیر۔

(۱۳۹ و ۱۴۰) ابوالسعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادة السلطان بعد صلٰوة الولی وبه

کنز میں امام ماتن نے غیر کو مطلق رکھا جو سلطان کو بھی شامل، تو اس کا مفاد یہ ہے کہ ولی کے بعد

---

[1] ردالمحتار بحوالہ غایۃ البیان — باب صلوٰۃ الجنائز — دارالطباعۃ المصریہ مصر — ۱/۵۹۲
[2] صغیری شرح منیۃ المصلی — فصل فی الجنازۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ص ۲۸۹
[3] بحرالرائق بحوالہ السراج الوہاج — فصل السلطان احق بصلوتہ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۱۸۲

جزم فی السراج وغایۃ البیان والنافع[1] | سلطان بھی اعادہ نہ کرے، اور اسی پر حدادی و اتقانی ونافع نے جزم فرمایا۔

(۱۴۱) مستصفٰی للامام النسفی (۱۴۲) شلبی علی الکنز میں ہے:

الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان اوغیرہ[2]۔ | اصل حق ولی کا ہے ولہذا ماتن یعنی صاحب الفقہ النافع نے عام فرمایا کہ ولی کے بعد کسی کو اعادہ کا اختیار نہیں، سلطان ہو یا کوئی۔

(۱۴۳ و ۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ فی السراج والمستصفٰی لاویدل علی ھذا قول الھدایۃ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ونحوہ فی الکنز وغیرہ فقولہ لم یجز لاحد یشمل السلطان ونقل فی المعراج عن المنافع[عہ] لیس للسلطان الاعادۃ ثم اید روایۃ المنافع[3] اھ ملخصا۔ | کیا ولی کے بعد سلطان وغیرہ جو اس سے مقدم ہیں اعادہ کا حق رکھتے ہیں، سراج و مستصفٰی میں منع فرمایا، اور ہدایہ کا قول اس پر دلیل ہے کہ فرمایا ولی کے بعد کسی کو جائز نہیں، اور یونہی کنز وغیرہ میں ہے کسی میں سلطان بھی آگیا، اور معراج میں منافع سے سلطان کو منع اعادہ نقل کرکے اس کی تائید فرمائی۔

عہ المنافع ھذا ھو المستصفٰی للامام اجل ابی البرکات النسفی شرح الفقہ النافع الشہیر بالنافع للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی وقد قال رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخر کتابہ المصفی شرح المنظومۃ النسفیۃ | منافع، یہی امام اجل ابوالبرکات نسفی کی مستصفٰی ہے جو امام ناصر الدین ابوالقاسم مدنی سمرقندی کی کتاب "الفقہ النافع" مشہور بہ "نافع" کی شرح ہے۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المصفی شرح منظومۃ النسفیہ" کے آخر میں لکھا ہے کہ: جب میں

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتح المعین علٰی شرح منلا مسکین فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۳

[2] شلبی علی الکنز علی ہامش تبیین الحقائق فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۲۳۸

[3] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنازۃ " " " " ۱/۵۹۱-۹۲

(۱۴۵) بحرالرائق میں ہے:

صلی الولی ثم جاء المقدم علیه فلیس له الاعادة[1]

ولی پڑھ چکا پھر سلطان وغیرہ وہ لوگ آئے جو ولی پر مقدم ہیں انھیں اعادہ کا اختیار نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لما فرغت من جمع المنافع و املائه وهو المستصفی سألنی بعض اخوانی ان اجمع للمنظومة شرحا مشتملا علی الدقائق فشرحتها وسمیته المصفی فظهر ان المستصفی والمنافع شیئ واحد وهو شرح النافع والمصفی غیره وهو شرح المنظومة فلیس عین المستصفی ولا اختصاره ولا المستصفی شرح المنظومة وقد وقع ههنا غلط من العلامة الکاتبی فی کشف الظنون فتنبه ومن اشد العجب ان استدل ما ادعاه من المستصفی شرح المنظومة وان المصفی اختصاره بما مر من کلامه رحمه الله تعالٰی فی اٰخر المصفی مع انه شاهد باعلی نداء علی نقیض ما ادعاه ثم اعاد ذکر المستصفی فی النافع فجعله شرحه علی الصواب وذکر قیلا انه المصفی ولیس بالصواب فاعلم ۱۲ منه (م)

منافع ۔۔ وہی مستصفی ہے ۔۔ کی تالیف واملا سے فارغ ہُوا تو بعض عزیزوں نے مجھ سے چاہا کہ منظومہ کی ایک ایسی شرح لکھ دُوں جو اس کے دقائق کے بیان پر مشتمل ہو تو میں نے منظومہ کی شرح لکھی اور اس کا نام "مصفی" رکھا ۔۔ اس عبارت سے واضح ہے کہ مستصفی اور منافع ایک ہی ہیں اور یہ "نافع" کی شرح ہے، اور مصفی دوسری کتاب ہے وہ منظومہ کی شرح ہے بعینہٖ مستصفی یا اس کا اختصار نہیں ہے، نہ ہی مستصفی، منظومہ کی شرح ہے ۔۔ یہاں کشف الظنون میں علامہ کاتبی سے غلطی ہوگئی ہے اس لئے متنبہ رہنا چاہیے ۔۔ انھوں نے یہ لکھ دیا ہے کہ مستصفی، منظومہ کی شرح ہے اور مصفی اس کا (مستصفی کا) اختصار ہے اور سخت حیرت کی بات یہ ہے کہ اس دعوٰی کی دلیل میں انھوں نے آخر مصفی کی یہی عبارت پیش کی ہے جو ابھی ذکر ہوئی حالانکہ وہ بہ آوازِ بلند ان کے دعوے کے خلاف شہادت دے رہی ہے ۔۔ اس کے بعد "النافع" کے تحت کاتبی نے مستصفی کو دوبارہ ذکر کیا ہے وہاں بجا طور پر اسے اس کی شرح بتایا اور ایک ضعیف قول ذکر کیا کہ وہ مصفی ہی ہے اور یہ درست نہیں ۔۔ تو یہ معلوم رہے ۱۲ (ت)

[1] بحرالرائق فصل السلطان احق بصلوٰتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۲

وبهذا حاول البحر التوفيق فحمل ما في النهاية والعناية على ما اذا تقدم الولي بمحضر السلطان من دون اذنه وما في السراج والمستصفى على ما اذا تقدم وهم غيب ثم حضروا ونازعه في النهر بان كلماتهم متفقة على ان لاحق للسلطان فمن دونه قبل الولي الا عند حضورهم فالخلاف انما هو اذا حضروا۔

اقول كيفما كان الامر فالذي يقول باعادة السلطان انما يقول اذا حضر وتقدم الولي بلا اذنه قال في الحلية في تصوير هذا الخلاف صلى الولي[1] والسلطان او امام الحي ومن بينهما حاضر ولم يتابعه الخ وكذلك قيد في النافع بقوله ان حضر قال في شرحه المستصفى انما قدم السلطان بعارض ولهذا قال ان حضر[2] اھ وفي المجتبى صلى الولي لم يجز ان يصلي احد بعده

اسی سے صاحبِ بحر نے تطبیق دینا چاہا ہے، انھوں نے نہایہ وغیرہ کی عبارت کو اس صورت پر محمول کیا ہے، جب سلطان کے موجود ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر ولی پڑھا دے ------ اور سراج و مستصفی کے کلام کو اُس صورت پر محمول کیا ہے جب ولی ان کی غیر موجودگی میں پڑھا دے بعد میں وُہ آجائیں ------ صاحبِ نہر نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ کلماتِ علماء اس بارے میں متفق ہیں کہ سلطان وغیرہ کو ولی پہ حقِ تقدم اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وُہ موجود ہوں تو اختلاف موجودگی ہی کی صورت میں ہوگا۔

اقول جیسا بھی ہو جو سلطان کے لئے دوبارہ پڑھنے کا حق مانتا ہے وُہ یہی کہتا ہے کہ جب سلطان موجود ہو اور ولی اس کی اجازت کے بغیر پڑھا دے تو وُہ پھر پڑھ سکتا ہے ---- حلیہ میں اس اختلاف کی صورت یوں پیش کی ہے "ولی نے نماز پڑھائی اور سلطان یا امامِ محلّہ یا وُہ جن کا درجہ ان کے مابین ہے موجود ہیں اور انھوں نے ولی کی متابعت نہ کی" الخ۔ اسی طرح "نافع" میں یہ قید لگائی ہے کہ "اگر وُہ موجود ہو"۔ اس کی شرح مستصفٰی میں فرمایا: سلطان کو تقدم عارض کی وجہ سے ہے اسی لئے فرمایا: "اگر وُہ موجود ہو" اھ مجتبٰی میں ہے: "ولی نے پڑھ لی تو اس کے بعد کوئی نہیں پڑھ سکتا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] المستصفٰی شرح الفقہ النافع للنسفی

هذا اذا لم یحضر السلطان اما اذا حضر
وصلی الولی یعید السلطان[1] اھ ومثلہ
فی الفاتح وفی الدر لو صلی الولی
بحضرۃ السلطان مثلا اعاد السلطان[2] اھ
وفی المعراج والحاوی عن
المجتبی، للسلطان الاعادۃ اذا صلی
الولی بحضرتہ[3] اھ وفی ط علی المراقی
صلی ولی واراد السلطان ان یصلی علیہ
فلہ ذلک جوھرۃ، یعنی اذا کان
حاضرا وقت الصلوۃ ولم یصل
مع الولی ولم یاذن لاتفاق
کلمتھم ان لا حق للسلطان عند
عدم حضورہ نھر[4] اھ فظھر سقوط
ماوقع لعبد الحلیم علی الدرر
من قولہ ان السلطان اذا لم
یحضر فصلی من دونہ فحضر
السلطان یعیدھا ان شاء[5] اھ
فلیتنبہ وباللہ التوفیق۔

یہ اُس صورت میں ہے جب سلطان موجود نہ ہو،
اگر اس کی موجودگی میں ولی پڑھ لے تو وہ پھر
پڑھ سکتا ہے اھ — اسی کے مثل فاتح شرح قدوری
میں ہے — درمختار میں ہے: اگر ولی نے مثلاً
سلطان کی موجودگی میں پڑھ لیا تو سلطان دوبارہ
پڑھ سکتا ہے اھ معراج اور حاوی میں مجتبٰی کے
حوالے سے ہے: سلطان کو حقِ اعادہ حاصل ہے
اگر ولی اس کی موجودگی میں پڑھ لے اھ۔ حاشیۂ
طحطاوی علی المراقی میں ہے: ولی نے نماز پڑھ
لی اور سلطان چاہتا ہے کہ وہ بھی پڑھے تو اسے
اس کا حق حاصل ہے، جوہرہ — یعنی جب سلطان
وقتِ نماز موجود رہا ہو اور ولی کے ساتھ نہ پڑھا ہو
نہ ہی اجازت دی ہو اس لئے کہ عباراتِ علما اس
بارے میں متفق ہیں کہ سلطان کو غیر موجودگی کی حالت
میں کوئی حق نہیں، نہر اھ — اس سے واضح ہے
کہ وہ کلام ساقط الاعتبار ہے جو عبد الحلیم رومی کے
قلم سے حاشیۂ درر میں درج ہوا کہ سلطان کی
غیر موجودگی میں اس سے کم درجہ والے نے جنازہ
پڑھ لیا پھر سلطان آیا تو وہ اگر چاہے تو پھر پڑھ سکتا ہے اھ۔ اس سے آگاہ رہنا چاہئے اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ (ت)

---

[1] المجتبی

[2] درمختار باب صلوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ١/١٢٣

[3] المعراج

[4] طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی السلطان احق بصلوٰتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ٣٢٤

[5] حاشیۃ الدرر علی الغرر عبد الحلیم باب الجنائز مطبعۃ عثمانیہ ترکی ١/١٠٨

نوع دہم [1]: حدیہ کہ جنازہ ہوا اور بے وضو کو وضو کرنے یا جنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوتِ نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمم کرکے شریک ہوجائے کہ ہو چکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا جیسے نمازِ عید، ولہذا سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے، بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازتِ امامت دے دی تو اب ولی بھی تیمم کر سکے گا کہ اجازت دے کر اختیارِ اعادہ نہ رہا، یونہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا کہ دُوسرا آ گیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا اور تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہو۔

(۱۴۶) کنز (۱۴۷) تنویر (۱۴۸) ملتقی (۱۴۹) نور الایضاح (۱۵۰) محیط میں ہے:
صَحّ لخوف فوت الجنازۃ [1] اندیشہ فوتِ جنازہ کے لئے تیمم جائز ہے (۱۵۱) مختصر قدوری (۱۵۲) ہدایہ (۱۵۳) وقایہ (۱۵۴) نقایہ (۱۵۵) اصلاح (۱۵۶) وافی (۱۵۷) غرر (۱۵۸) غنیہ میں ہے:

واللفظ للاصلاح والوقایۃ ھو لمحدث وجنبٍ حائض ونفساء عجزوا عن الماء لخوف فوت صلٰوۃ الجنازۃ لغیر الولی [2] اھ ومثلہ فی الغرر غیرانہ قال لغیر الاولی [3]۔

(اصلاح اور وقایہ میں ہے۔ ت) مرد یا عورت جسے وضو یا غسل کی حاجت ہو اور اس میں نمازِ جنازہ فوت ہوجانے کا خوف کریں ان کو تیمم جائز ہے سوا اس کے جو اس نماز کا احق ہو کہ اُسے خوفِ فوت نہیں۔ اور اسی طرح غرر میں ہے مگر وہاں غیر ولی کی بجائے غیر اولٰی کہا۔ (ت)

مختصر وقایہ کے لفظ یہ ہیں:

مایفوت لا الی خلف کصلٰوۃ الجنازۃ لغیر الولی [4]۔

جوازِ تیمم کے عذروں سے ہے ایسے واجب کا فوت جس کا بدل نہ ہوسکے جیسے غیر ولی کے لئے نمازِ جنازہ۔

---

[1] کنز الدقائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷
[2] غرر الاحکام مع شرح الدرر الحکام باب التیمم مطبعہ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت ۱/ ۲۹ و ۳۰
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍
[4] النقایۃ مختصر وقایۃ فصل التیمم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶

(۱۵۹) غنتقی امام حاکم شہید (۱۶۰) فتاوی غیاثیہ میں ہے:

لایجوز التیمم لمن ینتظرہ الناس فلو لم ینتظروہ اجزاہ[1] | جس کا انتظار ہوگا یعنی ولی وا ولی اسے تیمم جائز نہیں اور جس کا انتظار نہ ہوگا یعنی غیر اولی اسے تیمم جائز ہے۔

(۱۶۱) طحطاوی علی الدر میں ہے: یعتبر الخوف بغلبۃ الظن[2] خوفِ فوت میں غالب گمان کا اعتبار ہے (۱۶۲) امام اجل طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلوۃ علی الجنازۃ وفی صلوۃ العیدین لان ذلک اذا فات لم یقض[3] | نماز جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے پانی ہوتے ہوئے شہروں میں تیمم کی اجازت ہے اس لئے کہ ان دونوں نمازوں کی قضا نہیں۔

(۱۶۳) ہدایہ (۱۶۴) مجمع الانہر میں ہے: لانہ لاتقضی فیتحقق العجز[4] اس لئے کہ نماز جنازہ کی قضا نہیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا (۱۶۵) حلیہ (۱۶۶) برجندی (۱۶۷) مراقی الفلاح (۱۶۸) فتاوی خیریہ میں ہے:

انہا تفوت بلا خلف (زاد البرجندی) بالنسبۃ الی غیر الولی[5] | نماز ہو چکے تو غیر ولی کے لئے اس کا بدل نہیں۔

(۱۶۹) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ:

صلوۃ الجنازۃ والعید تفوتان لاالی بدل لانہما لاتقضیان فیتحقق العجز[6] | نماز جنازہ وعید فوت ہوجائیں تو ان کا بدل نہیں کہ وہ قضا نہیں کی جاتیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا۔

---

[1] فتاوی غیاثیہ | فصل فی التکفین | مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ | ص ۴۴

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر | باب التیمم | دار المعرفۃ بیروت | ۱/۱۲۹

[3] طحاوی شرح معانی الآثار | باب ذکر الجنب والحائض | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۶۴

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر | باب التیمم | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۱/۴۱

[5] شرح النقایہ للبرجندی | " | نولکشور لکھنؤ | ۱/۴۶

مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی | " | نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی | ص ۶۳

[6] کافی شرح وافی

(۱۷۰) غنایہ میں ہے :

کل مایفوت لاالی بدل جاز اداؤہ بالتیمم مع وجود الماء وصلوٰۃ الجنازۃ عندنا کذلک لانہا لاتعاد[1]

ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے اُسے تیمم سے ادا کرسکتے ہیں اور نمازِ جنازہ ہمارے نزدیک ایسی ہی ہے کہ وہ دوبارہ نہیں ہوسکتی۔

(۱۷۱) تبیین (۱۷۲) ارکان میں ہے :

صلوٰۃ الجنازۃ تفوت لاالی خلف فصار الماء معدوما بالنسبۃ الیہا[2]

نمازِ جنازہ کا بدل نہیں تو اس کے لئے پانی معدوم ٹھہرا۔

(۱۷۳) ظہیریہ (۱۷۴) عالمگیریہ (۱۷۵) سراجیہ (۱۷۶) شرح نورالایضاح (۱۷۷) درمختار (۱۷۸) رحمانیہ میں ہے :

والنظم للدر ولوجنبا اوحائضا[3] اس کے لئے جنب وحائض کو بھی تیمم روا ——— اور یہ مسئلہ وقایہ و اصلاح و غرر سے واضح تر گزرا۔ (۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ (۱۸۱) طحطاوی علی المراقی (۱۸۲) حلیہ (۱۸۳) غنیہ میں ہے :

واللفظ للبحر یجوز التیمم للولی اذا کان من ہو مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت[4]

سلطان وحکام کہ ولی سے مقدم ہیں وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے کہ اب اسے بھی خوفِ فوت ہوسکتا ہے۔

(۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) بحر (۱۸۶) عالمگیریہ میں ہے :

واللفظ لہذین یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلوٰۃ ولایجوز لمن امرہ الولی کذا فی الخلاصۃ[5]

(ان دونوں کے الفاظ ہیں کہ ۔ ت) ولی دوسرے کو اذنِ نماز دے جب بھی اُسے تیمم روا ہے (کہ اب اُسے خوفِ فوت ہوگیا) اور جسے ولی نے اذن دیا اب اسے تیمم جائز نہیں جیسا کہ خلاصہ میں تصریح فرمائی (کہ اب اُسے خوفِ فوت نہیں)

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر	باب التیمم	نوریہ رضویہ سکھر	۱/۱۲۲
[2] تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق	"	مطبعۃ کبرٰی امیریۃ مصر	۱/۴۲
[3] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۴۲
[4] بحرالرائق	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۵۸
[5] فتاوٰی ہندیہ	الفصل الثالث فی المتفرقات	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۳۱

(۱۸۷) فتاوٰی کبرٰی (۱۸۸) فتاوٰی قاضی خاں (۱۸۹) خزانۃ المفتین (۱۹۰) جامع المضمرات شرح قدوری (۱۹۱) فتاوٰی ہندیہ (۱۹۲) فتح القدیر (۱۹۳) جواہر اخلاطی (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے:

تیمم فی المصر وصلی علی جنازۃ ثم اتی باخری فان کان بینھما مدۃ یقدر علی الوضوء (قال فی الدر ثم زال تمکنہ) یعید التیمم وان لم یقدر صلی بذلك التیمم اھ قال فی الدر بہ یفتی اھ قال فی المضمرات و الجواھر والھندیۃ علیہ الفتوٰی[1]۔

پانی ہوتے ہوئے بخوفِ فوت تیمم سے نمازِ جنازہ پڑھی اب دُوسرا جنازہ آیا اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کرلیتا اور نہ کیا اور اب وضو کرے تو یہ دوسرا جنازہ فوت ہو تو اس صورت میں دوبارہ تیمم کرے، اور مہلت نہ پائی تھی تو اسی پہلے تیمم سے یہ بھی پڑھے اسی پر فتوٰی ہے۔

(۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن (۱۹۶) شرح نظم الکنز للعلامۃ المقدسی (۱۹۷) حاشیۂ علامہ نوح آفندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے:

مجرد الکراھۃ لایقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما[2]۔

یعنی صرف کراہت کے سبب تیمم کی اجازت نہیں کہ جمعہ یا پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں،

یہ اس سے زائد تو نہ ہوگی، بلکہ اجازت اس لئے ہے کہ جنازہ فوت ہو تو بدل ناممکن ہے۔

تنبیہ: ماذکرنا من عدم جوازہ للولی نسبوہ لروایۃ الحسن عن الامام الاعظم وعزاہ فی الجوھرۃ للنوادر وصححہ فی الھدایۃ والخانیۃ والکافی والتبیین وکذا نقل تصحیحہ فی الجوھرۃ والھندیۃ

تنبیہ: ہم نے جو ذکر کیا کہ ولی کے لئے تیمم جائز نہیں، اسے علماء نے امام اعظم سے حسن بن زیاد کی روایت بتایا ہے، اور جوہرہ میں اسے روایت نوادر کہا ہے۔ ہدایہ، خانیہ، کافی اور تبیین میں اسی حکم کو صحیح کہا، اسی طرح جوہرہ، ہندیہ، مستخلص

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی المتفرقات — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/ ۳۱
درمختار — باب التیمم — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۴۳
جواہر الاخلاطی — فصل فی صلوٰۃ الجنازہ — قلمی نسخہ موجود لائبریری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور — ص ۴۲
فتاوٰی قاضی خاں — فصل فیما یجوز بہ التیمم — نولکشور لکھنؤ — ۱/ ۳۰

[2] ردالمحتار — باب التیمم — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۱/ ۱۶۱

22

والمستخلص والمراقی وعلیہ مشی فی الخلاصۃ والعنایۃ والمنیۃ والھندیۃ والکافی والدرر والمجتبٰی وجامع الرموز وقال الصدر الشھید بہ ناخذ کما فی الخلاصۃ وکذا صححہ الامام شمس الائمۃ الحلوانی کما فی الغیاثیۃ عن منتقی الشھید وفی الغنیۃ عن الذخیرۃ۔

اور مراقی میں اس کی تصحیح نقل کی، اسی پر خلاصہ، عنایہ، منیہ، ہندیہ، کافی، درر، مجتبٰی اور جامع الرموز میں مشی کی اور صدر شہید نے فرمایا "بہ ناخذ" (ہم اسی کو لیتے ہیں) جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ اسی طرح شمس الائمہ حلوانی نے اس کو صحیح کہا، جیسا کہ غیاثیہ میں صدر شہید کی منتقی اور غنیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے۔

اقول فما وقع فی ابن کمال پاشا من نسبۃ تصحیح خلافہ لشمس الائمۃ وتبعہ عبدالحلیم علی الدرر والشامی علی الدر فکانہ سبق نظر۔

اقول تو علامہ ابن کمال پاشا سے جو اس کے خلاف کی تصحیح کا انتساب شمس الائمہ کی طرف ہُوا اور حاشیۂ درر میں عبدالحلیم رومی نے اور حاشیۂ درمختار میں علامہ شامی نے اس کی پیروی کی گویا یہ سبقت نظر ہے۔

قالوا وفی ظاہر الروایۃ یجوز للولی ایضًا لان الانتظار فیھا مکروہ[1] وجوابہ ما نقلنا انفا عن البرھان فما بعدہ وعزاہ فی الخلاصۃ للاصل و الفتاوی الصغرٰی وعلیہ مشی فی الظھیریۃ وخزانۃ المفتین و صححہ فی جواھر الاخلاطی وعزا تصحیحہ فی عبدالحلیم لخواھر زادہ فی الرحمانیۃ لحاشیۃ شیخ الاسلام عن النصاب والغیاثیۃ وفتاوی الغرائب والظھیریۃ۔

علماء نے کہا: ظاہر الروایۃ میں ولی کے لئے بھی تیمم جائز ہے اس لئے کہ جنازہ میں انتظار مکروہ ہے۔ اس کا جواب وُہ ہے جو ابھی ہم نے برہان اور اس کے بعد ذکر شدہ کتابوں سے نقل کیا۔ اور اسے (ولی کے لئے جوازِ تیمم کو) خلاصہ میں اصل (مبسوط) اور فتاوٰی صغرٰی کے حوالے سے بیان کیا اور اسی پر ظہیریہ وخزانۃ المفتین میں مشی کی، اور جواہر الاخلاطی میں اسے صحیح کہا اور حاشیۂ عبدالحلیم میں اس کی تصحیح خواہر زادہ کی طرف، اور رحمانیہ میں نصاب، غیاثیہ، فتاوٰی غرائب اور ظہیریہ کے حوالے سے حاشیۂ شیخ الاسلام کی طرف منسوب کی۔

---

[1] ردالمحتار باب التیمم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۱

اقول لکن الذی رأیت فی الغیاثیة ماقدمت ان قال الحلوانی الصحیح روایة الحسن ونفتی بھذا[1] اھ فلعلھا العتابیة بمھملة فتاء قرشت فموحدة۔

اقول وقد اسمعناك التنصیص علی استثناء الولی عن المختصر والبدایة والوقایة والنقایة والاصلاح والوافی والغرر والھدایة وقصر الاجازة علی خوف الفوت عنھا وعن الطحاوی والکنز والتنویر والملتقی ونور الایضاح وھذہ کلھا متون المذھب المعتمد علیھا الموضوعة لنقل المذھب فلا اقل من ان یکون ایضًا ظاھر الروایة وقد تظافرت علیه تصحیحات الجلة ولایذھب علیك ماله من قوة الدلیل فعلیه یجب الاعتماد والتعویل۔

وقد اشار فی الحلیة الی التوفیق بان عدم الجواز للولی اذا لم یحضر من ھواقدم منه والجواز اذا حضر والیه یومی کلام الغنیة والبحر۔

اقول ولقد کان احسن توفیقا لولا ان نص الاصل والصغری سواء کان

اقول لیکن غیاثیہ میں جو میں نے دیکھا وہ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا یہی ہے کہ حلوانی نے فرمایا صحیح روایت حسن ہے اور ہم اسی پر فتوٰی دیتے ہیں اھ۔ تو ہو سکتا ہے یہ عین مہملہ پھر تائے قرشت پھر ایک نقطے والی ب سے "عتابیہ" ہو۔

اقول ہم جوازِ تیمم سے استثنائے ولی کی تصریح مختصر قدوری، بدایہ، وقایہ، نقایہ، اصلاح، وافی، غرر اور ہدایہ کے حوالے سے پیش کر آئے اور صرف اندیشۂ فوت کے وقت اجازتِ تیمم ہونے کو کتب مذکورہ اور طحاوی، کنز، تنویر، ملتقی اور نور الایضاح کے حوالے سے بیان کیا ــــ یہ سب متونِ مذہب ہیں جن پر اعتماد ہے اور جو نقلِ مذہب کے لئے ہی لکھے گئے ہیں تو کم سے کم اتنا ضرور ہے کہ یہ (ولی کے لئے عدمِ جوازِ تیمم) بھی ظاہر الروایہ ہوگا ــــ اس پر جلیل القدر علماء کی تصحیحات بھی مجتمع ہیں اور اس میں دلیل کی جو قوت ہے وہ بھی عیاں ہے تو اسی پر اعتماد ضروری ہے۔ حلیہ میں تطبیق کی جانب اشارہ کیا ہے کہ ولی کے لئے عدمِ جواز اُس وقت ہے جب اس سے زیادہ تقدم رکھنے والا موجود نہ ہو اور جواز اُس وقت ہے جب اس پر تقدم والا موجود ہو ــــ اسی کی طرف غنیہ اور بحر کی عبارتوں میں بھی اشارہ ملتا ہے۔

اقول یہ بہت عمدہ تطبیق تھی اگر مبسوط اور صغرٰی کی یہ تصریح نہ ہوتی کہ خواہ وہ مقتدی ہو یا

[1] فتاوٰی غیاثیہ فصل فی التکفین مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۴۴

مقتدیا او اماما ونص الظھیریۃ والخزانۃ لوکان اماما ونص الجواھر مقتدیا او اماما اومن لہ حق الصلٰوۃ علیہ ونص النصاب یجوز التیمم للامام ومن لہ حق الصلٰوۃ فالصواب ابقاء الخلاف و تحقیق ان الحق ھو ھذا التفصیل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

امام، اور ظہیریہ وخزانہ کی یہ تصریح کہ اگر وہ امام ہو، اور جواہر کی یہ تصریح کہ مقتدی ہو یا امام یا وہ ہو جسے اس پر حق تقدم ہے اور نصاب کی یہ تصریح کہ تیمم جائز ہے امام کے لئے اور اس کے لئے جسے حقِ نماز ہے — تو صحیح یہ ہے کہ خلاف باقی رکھا جائے اور تحقیق یہ کی جائے کہ حق یہ تفصیل ہے (یعنی ولی کے لئے جواز جب اس سے زیادہ تقدم والا ہو ورنہ نہیں) اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔

نوع یازدہم[۱۱]: (۱۹۹) ہدایہ (۲۰۰) کافی (۲۰۱) تبیین (۲۰۲) فتح القدیر (۲۰۳) غنیہ (۲۰۴) سراج وہاج (۲۰۵) امداد الفتاح (۲۰۶) مستخلص (۲۰۷) طحطاوی علی المراقی:

واللفظ للفتح ترک الناس عن اٰخرھم الصلٰوۃ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولوکان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانواع الطرق عنہ فھذا دلیل ظاھر علیہ فوجب اعتبارہ[۱]۔

(فتح کے الفاظ ہیں۔ ت) تمام جہان کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی۔ اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو مزار انور پر نماز سے تمام مسلمان اعراض نہ کرتے جن میں علماء اور صلحاء وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں، تو یہ نماز جنازہ کی تکرار نا جائز ہونے پر کھلی دلیل ہے جس کا اعتبار لازم۔

حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج وغنیہ وامداد سے یوں ہیں:

ولا یصلی علی قبرہ الشریف الی یوم القیٰمۃ لبقائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما دفن طریا بل ھو حی یرزق ویتنعم لسائر الملاذ والعبادات وکذا سائر الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام وقد اجتمعت

اس نماز کی تکرار جائز ہوتی تو مزار اقدس پر قیامت تک نماز پڑھی جاتی کہ حضور ہمیشہ ویسے ہی تر و تازہ ہیں جیسے وقتِ دفنِ مبارک تھے بلکہ وہ زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے ناز و نعم میں ہیں اور ایسے ہی باقی انبیاء علیہم الصلٰوۃ

---

[۱] فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۴

الامۃ علی ترکہا[1] والثناء، حالانکہ تمام امت نے اس نماز کے ترک پر اجماع کیا۔

النہی الحاجز میں چالیس کتابوں کی اکاون[51] عبارتیں تھیں، یہ پچاسی کتب متون وشروح وفتاوٰے کی دوسوسات[۲۰۷] عبارات ہیں۔ غرض صورت مذکورہ استثناء کے سوا نماز جنازہ کی تکرار نا جائز وگناہ ہونے پر مذہبِ حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا مخالف مخالفِ مذہبِ حنفی ہے۔ بعض نام کے حنفی برائے جہالت یا مغالطۂ عوام ان تمام روشن وقاہر تصریحاتِ مذہب کو چھوڑکر یہاں دو کتب تاریخ تصنیفِ شافعیہ سے سند لیتے ہیں:

اول: تبییض الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی شافعی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازہ مبارک پر چھ دفعہ نماز ہوئی اور کثرتِ ازدحامِ خلائق سے عصر تک ان کے دفن پر قدرت نہ پائی۔

دوم: سیر النبلاء شمس الدین ذہبی شافعی میں ہے کہ شیخ تاج الدین ابوالیمن زید بن حسن کندی حنفی نے ۶ شوال ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔ قاضی القضاۃ جمال ابن الحرستانی نے نماز پڑھائی، پھر شیخ الحنفیہ جمال الدین حصیری نے باب الفرادیس میں، پھر شیخ موفق الدین شیخ الحنبلیہ نے پہاڑ میں یعنی جبل قاسیون کوہِ دمشق میں۔ اولاً جمیع کتب مذہب کے صریح خلاف میں دو کتاب تاریخ پر کیسی جہالت شدیدہ ہے، ثانیاً دنیا میں صرف حنفی ہی مذہب کے لوگ نہیں، خصوصاً پہلی صدیوں میں کہ خود مجتہدین بکثرت تھے اور ہر ایک کے لئے اتباع تھے۔ اس حکایت میں یہ کہاں ہے کہ حنفیہ نے چھ بار پڑھی، بلکہ ہجوم خلائق تھا ہر مذہب ومسلک کے لوگ جوق درجوق آتے تھے، غیر حنفیہ نے اگر سو بار پڑھی تو حنفی مذہب میں اس میں کیا حجت ہوسکتی ہے، اللہ اکبر! امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وہ عظیم الشان جلیل البرہان امام ہیں کہ امام مستقل مجتہد مطلق سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جب اس امام الائمہ سراج الامۃ کے مزارِ پُرانوار کے پاس نمازِ صبح پڑھائی بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی نہ رفع یدین کیا نہ قنوت پڑھی، کسی نے سبب پُوچھا، فرمایا: ان صاحبِ قبر کے ادب سے کما فی الخیرات الحسان للامام ابن حجر المکی الشافعی (جیسا کہ خیرات الحسان للامام ابن حجر مکی شافعی میں ہے۔ت) اور ایک روایت میں ہے مجھے حیا آتی کہ اس امام جلیل کے سامنے اس کا خلاف کروں کما فی المسلک المتقسط للمولی علی قاری (جیسا کہ المسلک المتقسط للمولی علی قاری میں ہے۔ت) سبحان اللہ مجتہد مستقل تو ادبِ امام سے حضورِ امام میں اتباعِ امام اختیار کریں اور خود حنفیہ خاص جنازہ امام پر مخالفتِ امام و

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل السلطان احق بصلوٰتہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۴

ترکِ مذہب کرتے یہ کیونکر متصور ہوسکتا ہے۔

ثالثاً: پہلی نمازیں غیرولی نے پڑھیں تو ولی کو اختیارِ اعادہ تھا امام کے ولی صاحبزادۂ جلیل حضرت سیدنا حماد ابن ابی حنیفہ تھے جب انھوں نے پڑھی پھر جنازۂ مبارک پر کسی نے نہ پڑھی۔ امام ابن حجر مکی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:

ما فرغوا من غسلہ الا وقد اجتمع من اھل بغداد خلق لا یحصیھم الا اللہ تعالٰی کانھم نودی لھم بموتہ وحزر من صلی علیہ فقیل: بلغوا خمسین الفا، وقیل: اکثر واعیدت الصلٰوۃ علیہ ستۃ مرات اٰخرھا ابنہ حماد[1]

ادھر امام ابوحنیفہ کے غسل سے فارغ ہوئے تھے کہ ادھر بغداد کی اتنی خلقت جمع ہوگئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے گویا کسی نے انتقالِ امام کی خبر پکار دی تھی، نماز پڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا تو کوئی کہتا ہے پچاس ہزار تھے اور کوئی کہتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ تھے، اور ان پر چھ بار نماز ہوئی۔ آخر مرتبہ صاحبزادۂ امام حضرت حماد نے پڑھی۔

رابعاً: یوں ہی واقعہ دوم میں کیا ثبوت ہے کہ پہلی نماز باذنِ ولی تھی، بلکہ ظاہر یہی ہے کہ نمازِ دوم ہی باذنِ ولی ہوئی کہ جنازہ ایک عالم حنفی کا تھا اور وہاں اس وقت حنفیہ کے رئیس الرؤسا ہی امام جلال الدین محمود بن احمد حصیری تلمیذ خاص امام جلیل قاضی خان تھے جن کی تصانیف میں جابجا تصریح ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ تیسری نماز والے حنبلی مذہب تھے، حنبلیہ کے یہاں جواز ہے جو ہم پر حجت نہیں۔ بالجملہ علماء وعقلاء کا اتفاق ہے کہ واقعۃ عین لا عموم لھا خاص واقعے محل ہر گونہ احتمال ان سے استدلال محض خام خیال نہ کہ وہ بھی اجماع قطعی تمام ائمۂ مذہب کے رد کرنے کو، جس پر جرأت نہ کرے گا مگر نا اہل شدید الجہل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جواب سوال دوم: مذہب مہذب حنفی میں جنازہ غائب پر بھی محض ناجائز ہے۔ ائمۂ حنفیہ کا اس کے عدمِ جواز پر بھی اجماع ہے خاص اس کا جزئیہ بھی مصرح ہونے کے علاوہ تمام عبارات مسئلہ اولٰی بھی اس سے متعلق کہ غالباً نمازِ غائب کو تکرار صلوٰۃ جنازہ لازم۔ بلادِ اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہوگی، اور دوسری جگہ خبر اس کے بعد ہی پہنچے گی، و لہٰذا امام اجل نسفی نے کافی میں اس مسئلہ کو اس کی فرع ٹھہرایا، اگرچہ حقیقۃً دونوں مستقل مسئلے ہیں۔ اب اس مسئلہ کی نصوص خاصہ لیجئے، اور بہ نظر تعلق مذکور سلسلۂ عبارات بھی وہی رکھئے۔

---

[1] الخیرات الحسان فصل ۳۵ فی تجہیزہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۷

(۲۰۸) فتح القدیر (۲۰۹) حلیہ (۲۱۰) غنیہ (۲۱۱) شلبیہ (۲۱۲) بحرالرائق (۲۱۳) ارکان میں ہے:

و شرط صحتہا اسلام المیت وطہارتہ و وضعہ امام المصلی فلہذا القید لاتجوز علی غائب۔ ۱؎

صحتِ نمازِ جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میّت مسلمان ہو طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

حلیہ کے لفظ یہ ہیں:

شرط صحتہا کونہ موضوعا امام المصلی و من ھنا قالوا لاتجوز الصلوٰۃ علی غائب مطلقا۔ ۲؎

نمازِ جنازہ کی شرائطِ صحت سے ہے جنازہ کا مصلّی کے آگے ہونا۔ اسی لیے ہمارے علماء نے فرمایا کہ مطلقاً کسی غائب پر نماز جائز نہیں۔

(۲۱۴) متن تنویرالابصار میں ہے:

شرطہا وضعہ امام المصلی۔ ۳؎

جنازہ کا نمازی کے سامنے حاضر ہونا شرطِ نمازِ جنازہ ہے۔

(۲۱۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن طرابلسی (۲۱۶) نہرالفائق (۲۱۷) شرنبلالیہ علی الدرر (۲۱۸) خادمی (۲۱۹) ہندیہ (۲۲۰) ابوالسعود (۲۲۱) درمختار میں ہے:

شرطہا حضورہ فلا تصح علی غائب۔ ۴؎

جنازہ کا حاضر ہونا شرطِ نماز ہے لہذا کسی غائب پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں۔

(۲۲۲) متن نورالایضاح میں ہے:

شرائطہا اسلام المیت وحضورہ۔ ۵؎

صحتِ نمازِ جنازہ کی شرطوں سے ہے میّت کا مسلمان ہونا اور نمازیوں کے سامنے حاضر ہونا۔

(۲۲۳) متن ملتقی الابحر میں ہے: لا یصلی علی عضو ولا علی غائب ۶؎ میّت کا کوئی عضو کسی جگہ ملے تو

۱؎ فتح القدیر فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۸۰
غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۸۳
۲؎ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
۳؎ و ۴؎ درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۱
۵؎ نورالایضاح فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبع علیمی لاہور ص ۵۶
۶؎ ملتقی الابحر " " " موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۱۶۱

اُس پر نماز جائز نہیں، نہ کسی غائب پر نماز جائز ہے۔ (۲۲۴) شرح مجمع (۲۲۵) مجمع شرح ملتقی میں ہے:

محل الخلاف فی الغائب عن البلد اذ لوکان فی البلد لم یجز ان یصلی علیہ حتی یحضر عندہ اتفاقا لعدم المشقۃ فی الحضور[1]۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ میں ہم سے خلاف بھی اس صورت میں ہے کہ میت دوسرے شہر میں ہو اور اگر اسی شہر میں ہو تو نماز غائب امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب حاضر ہونے میں مشقت نہیں۔

(۲۲۶) فتاوٰی خلاصہ میں ہے: لا یصلی علی میت غائب عندنا[2]۔ ہمارے نزدیک کسی میت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے۔ (۲۲۷) متن وافی میں ہے:

من استھل صلی علیہ و الا لا کغائب[3]۔

جو بچہ پیدا ہو کر کچھ آواز کرے جس سے اس کی حیات معلوم ہو پھر مرجائے اس پر نماز پڑھی جائے ورنہ نہیں جیسے غائب کے جنازہ پر نماز نہیں۔

(۲۲۸) کافی میں ہے:

لا یصلی علی غائب وعضو خلافا للشافعی بناء علی ان صلاۃ الجنازۃ تعاد ام لا[4]۔

کسی غائب یا عضو پر نماز ہمارے نزدیک ناجائز ہے اور اس میں امام شافعی کا خلاف ہے اس بنا پر کہ نماز جنازہ ان کے نزدیک دوبارہ ہوسکتی ہے ہمارے نزدیک نہیں۔

(۲۲۹) فتاوٰی شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:

ان اباحنیفۃ لا یقول بجواز الصلاۃ علی الغائب[5]۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ جنازہ غائب پر نماز جائز نہیں مانتے۔

(۲۳۰) منظومہ امام مفتی الثقلین میں ہے: ؎

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۸۵
[2] خلاصۃ الفتاوٰی الصلٰوۃ علی الجنازۃ اربع تکبیرات مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۲۴
[3] وافی
[4] کافی شرح وافی
[5] فتاوٰی امام غزی تمرتاشی کتاب الطہارۃ والصلٰوۃ مطبع اہل السنۃ والجماعۃ بریلی ص ۴

باب فتاوی الشافعی وحدہ ومابہ قال قلنا ضدہ
وھی علی الغائب والعضو تصح وذاک فی حق الشہید قد طرح [۱]

صرف امام شافعی قائل ہیں کہ غائب اور عضو پر نماز صحیح ہے اور شہید کی نماز نہ ہو اور ان سب مسائل میں ہمارا مذہب اس کے خلاف ہے۔ ہمارے نزدیک غائب وعضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز پڑھی جائے گی۔

یہ ۸۶ کتابوں کی ۲۳۰ عبارتیں ہیں، وللہ الحمد مسئلہ اولٰی پر بحث دلائل النہی الحاجز میں بحمد اللہ تعالٰی بروجہ کافی ہوچکی، یہاں بہت اختصار واجمال کے ساتھ مسئلہ ثانیہ کے دلائل پر کلام کریں۔

فنقول وباللہ التوفیق حکم شرع مطہر کے لیے ہے اور اس پر زیادت ناروا۔

اقول ای ماکان بدون اذنہ الخاص او العام ولو فی ضمن الارسال او السکوت فانہ بیان ولیس یسکت عن نسیان فھذہ ھی الزیادۃ حقیقۃ لاغیرہ اذا المستند ولو الی سکوتہ مستند الیہ لازائد علیہ والمتبع الکف دون الترک فانہ لیس بفعل العبد ولامقدور کمانص علیہ الاجلۃ الصدور بل ھو فی العقل مدلل فان الاعدام لاتعلل فافھم ان کنت تفھم۔

اقول یعنی وہ زیادتی جو شرع کے اذنِ خاص یا عام کے بغیر ہو اگرچہ وہ ارسال یا سکوت کے ضمن میں ہو اس لیے کہ وہ بھی بیان ہے اس کا سکوت نسیان سے نہیں ہوتا، یہی زیادتی حقیقۃً زیادتی ہے، اس کے علاوہ نہیں، اس لیے کہ جس کا استناد شرع سے ہو گو سکوت ہی سے ہو وہ شریعت کی طرف مستند ہے اُس پر زائد نہیں۔ اور اتباع کف (قصداً باز رہنے) میں ہوتی ہے نہ ہونے میں نہیں (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قصداً کسی کام سے باز رہے تو اس میں ان کی پیروی ہو گی اور یُوں کوئی کام سرکار کے عمل میں نہ آیا تو وہ ممنوع نہ ہوگا نہ اس سے بچنا ضروری ہوگا) اس لیے کہ ترک بندے کا فعل ہی نہیں، نہ ہی اس کی قدرت میں ہے جیسا کہ اجلّہ بزرگانِ دین نے اس کی تصریح فرمائی ہے، بلکہ عقل کے نزدیک بھی یہ دلیل رکھتا ہے کیونکہ عدم کی تعلیل نہیں ہوتی، اسے سمجھو اگر سمجھ والے ہو۔ (ت)

حضور پُرنور سید یوم النشور بالمؤمنین رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو نمازِ جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات کی اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ نے حضور

۱؎ منظومہ امام مفتی الثقلین عمر النسفی

کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے :

لاتفعلوا ادعونی لجنائزکم[1] رواہ ابن ماجۃ[ف1] عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ایسا نہ کرو، مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو۔ اسے ابن ماجہ نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور فرماتے :

لاتفعلوا لایموتن فیکم میت ماکنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلوٰتی علیہ رحمۃ[2]۔ رواہ الامام احمد عن یزید[ف2] بن ثابت رضی اللہ عنہ ورواہ ابن حبان و الحاکم عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث اٰخر۔

ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو کہ اُس پر میری نماز موجب رحمت ہے۔ اسے امام احمد نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور اسے ابن حبان اور حاکم نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث کے آخر میں روایت کیا۔

اور فرماتے :

ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اھلھا و انی انورھا بصلوٰتی علیھم[3] صلی اللہ تعالٰی

بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرما دیتا ہوں۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل — حدیث عامر بن ربیعہ — دار الفکر بیروت — ۳/ ۴۴۴
التمہید — اباحۃ الصلوٰۃ علی القبر الخ — المکتبۃ القدوسیہ اردو بازار لاہور — ۶/ ۲۶۷
[2] مسند احمد بن حنبل — حدیث یزید بن ثابت — دار الفکر بیروت — ۴/ ۳۸۸
[3] صحیح مسلم — کتاب الجنائز — نور محمد اصح المطابع کراچی — ۱/ ۳۱۰
مسند احمد بن حنبل — مروی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ — دار الفکر بیروت — ۲/ ۳۸۸
الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان — فصل فی الصلوٰۃ الجنائز — موسسۃ الرسالۃ بیروت — ۵/ ۳۵

ف1 : یہ حدیث "تمہید" میں بھی منقول ہے اس پر تحقیق والے نے جنائز ابن ماجہ کا حوالہ دیا ہے لیکن مجھے یہ حدیث ابن ماجہ میں ان الفاظ کے ساتھ نہیں مل سکی البتہ مسند احمد بن حنبل میں انھی الفاظ سے یہ حدیث منقول ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد

ف2 یہی حدیث ابن ماجہ نے یزید بن ثابت کے حوالہ سے نقل کی اور مسند احمد بن حنبل میں بھی یزید کے حوالے سے منقول ہے اور یزید زید کے بڑے بھائی ہیں۔ نذیر احمد

وبارک وسلم علیه وعلی اٰله قدر نوره و جماله وجاهه وجلاله وجوده ونواله ونعمه وافضاله رواه مسلم وابن حبان عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه۔

اللہ تعالیٰ رحمت وبرکت اور سلامتی نازل فرمائے ان پر اور ان کی آل پر ان کے نور وجمال، جاہ وجلال، جُود ونوال، نِعَم وافضال کے حساب سے۔ حدیث مذکور کو مسلم اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

باایں ہمہ حالانکہ زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی، کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاجِ رحمت والا نہ تھے، کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی، کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پُر نور نہ کرنا چاہتے تھے، کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انھیں کی قبور محتاجِ نُور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی۔ یہ سب باتیں بداہتہً باطل ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن واضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔ لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وُہ ضرور امر شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا دوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی وواقعہ معٰویہ لیثی وواقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان میں اوّل ودوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر، اور دوم وسوم کی سند صحیح نہیں اور سوم صلوٰۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں۔ ان کی تفصیل بعونہ تعالیٰ ابھی آتی ہے۔ اگر فرض ہی کر لیجئے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اس حاجت شدیدہ رحمت ونور قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی وُہ بھی محتاج حضور وحاجتمند رحمت ونُور، اور حضور ان پر بھی رؤف ورحیم تھے۔ نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا، نہ تمام اموات کی اس حاجت شدیدہ کا علاج۔ حالانکہ حریصٌ علیکم ان کی شان ہے۔ دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب ان کے کرم کے شایان ہے۔ ان حالات واشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتادے گا کہ وہاں خصوصیتِ خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے۔ اب واقعہ بئر معونہ ہی دیکھئے۔ مدینہ طیبہ کے ستّر جگر پاروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلّہ علمائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کر دیا۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار ناہنجار پر لعنت فرماتے رہے، مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔

ع آخرایں ترک وبایں مرتبہ بے چیزے نیست

(آخر اجلہ صحابہ کرام کے شہید ہونے پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کی نمازِ جنازہ کو ترک فرمانا بغیر کسی وجہ کے نہیں ہوسکتا)

اہل انصاف کے نزدیک کلام تو اسی قدر سے تمام ہُوا مگر ہم ان وقائع ثلٰثہ کا بھی باذنہ تعالٰی تصفیہ کریں۔

واقعہ اُولٰی: جب اصحمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بادشاہِ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا۔ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی اور مصلّی میں جاکر صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں۔[1] رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ وللشیخان عن جابر کنت فی الصف الثانی او الثالث[2] رضی اللہ تعالٰی عنہما (اسے اصحاب ستہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا اور بخاری ومسلم میں حضرت جابر سے بھی ہے کہ میں دوسری یا تیسری صف میں تھا، رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ت)

اوّلاً صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابہ جمیعا سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا فصلوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبر اربعا وھم لایظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی مرگیا، اٹھو اس پر نماز پڑھو۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھڑے ہوئے صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں، حضور نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے۔

صحیح ابو عوانہ میں انھیں میں سے ہے:

فصلینا خلفہ ونحن لانری الا ان الجنازۃ قدامنا۔[4]

ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

اقول ھذا فی فتح الباری ثم المواھب ثم شرحھا وکذلک فی

اقول ابوعوانہ وابن حبان کے حوالے سے فتح الباری پھر مواہب پھر شرح مواہب میں یہی الفاظ

---

[1] صحیح البخاری | باب الصفوف علی الصفوف علی الجنازہ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۷۶

[2] " | باب من صف صفین الخ | " | "

[3] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان | فصل فی الصلٰوۃ علی الجنائز | مؤسسۃ الرسالہ بیروت | ۵/۴۰

[4] فتح الباری بحوالہ ابی عوانہ | باب الصفوف علی الجنازہ | مصطفی البابی مصر | ۳/۴۳۲

عمدة القاری وغیرهما من الکتب ووقع فی نصب الرایة فی روایة ابن حبان وهم لایظنون ان جنازته بین یدیه باسقاط الا فاحتاج المحقق علی الاطلاق الی التقریب بان قال فهذا اللفظ یشیر الی ان الواقع خلاف ظنهم لانه هو فائدة المعتد بها فاما ان یکون سمعه منه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم او کشف له[1] اھ وتبعه فی الغنیة والمرقاة وهو کما تری کلام نفیس لکن لاحاجة الیه بعد ثبوت الا فی الکتابین الصحیحین فانه ح اظهر وازهی وللّٰه الحمد وبالجملة اندفع به ما قال الشیخ تقی الدین ان هذا یحتاج الی نقل یثبته ولایکتفی فیه بمجرد الاحتمال[2]

مذکورہ آئے ہیں اور ایسے ہی عمدۃ القاری وغیرہ کتابوں میں نقل ہے ـــ نصب الرایہ کے اندر روایتِ ابن حبان میں وھم لایظنون ان جنازتہ بین یدیہ (اور لوگ نہیں سمجھ رہے تھے کہ ان کا جنازہ حضور کے آگے رکھا ہُوا ہے) الّا (مگر) کے اسقاط کے ساتھ واقع ہُوا تو محقق علی الاطلاق نے حدیث کو مدعا کے مطابق ثابت کرنے کی ضرورت محسوس کی اور فرمایا: اس لفظ سے یہ اشارہ ہو رہا ہے کہ واقع میں ان حضرات کے گمان کے برخلاف تھا کیونکہ اس جملے کا قابلِ شمار ولحاظ فائدہ یہی ہے (تو معنی یہ ہوا کہ وُہ ایسا نہیں سمجھ رہے تھے مگر واقع میں جنازہ حضورؐ کے آگے موجود تھا) اب یہ ان کو حضور سے سن کر معلوم ہوا ہو یا ان پر انکشاف ہوا ہو اھ ـــ اس کلام میں حضرت محقق کا اتباع صاحبِ غنیہ وصاحبِ مرقات نے بھی کیا ہے۔ اور واقعی یہ نفیس کلام ہے۔ مگر دونوں صحیح کتابوں (صحیح ابن حبان وصحیح ابی عوانہ) میں لفظ الّا ثابت ہو جانے کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جو الّا کے ساتھ ہے وہ زیادہ ظاہر اور روشن ہے۔ اور خدا ہی کے لیے ساری حمد ہے۔ الحاصل اس سے وُہ اعتراض دفع ہوگیا جو شیخ تقی الدین نے لکھا کہ اس پر کوئی دلیل لانے کی ضرورت ہے محض احتمال کافی نہیں۔ (ت)

یہ دونوں روایت صحیح عاضد قوی ہیں اس حدیث مرسل اصولی کی کہ امام واحدی نے اسبابِ نزولِ قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا:

کشف للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن سریر النجاشی حتی رأه

نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا حضور نے اسے دیکھا اور

---

[1] فتح القدیر فصل فی الصلٰوۃ علی المیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۰

[2] نصب الرایة بحوالہ تقی الدین احادیث الصلٰوۃ علی الغائب المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا ریاض الشیخ ۲/۲۸۳

وصلی علیہ[1]

اُس پر نماز پڑھی۔

ثانیاً بلکہ جب تم مستدل ہو ہمیں احتمال کافی نہ کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ یہ جواب خود ایک شافعی امام قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

اقول ای لما تقرر من کفہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالظاہر معناہ الاحتمال عن دلیل ثم من العجب قول الکرمانی کان غائبا عن الصحابۃ[2] وارتضاہ فی الفتح قائلا سبقہ الٰی ذلک ابوحامد[3] الخ وکذا استحسنہ الرؤیانی وارابعتہم شافعیۃ وھذا المانص علیہ الحنفیۃ والمالکیۃ من الاتفاق علی جواز الصلوٰۃ علی غائب عن القوم والامام یراہ۔ **اقول** علی ان فی حدیث عمران نحن لا نرٰی الا

اقول یعنی جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا غائبوں کی نماز سے باز رہنا ثابت ہے تو حضرت اصحمہ نجاشی کی نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جنازہ سامنے تھا، تو ظاہر یہ ہے کہ احتمال سے مراد احتمال بدلیل ہے۔ پھر عجیب بات ہے کہ کرمانی نے لکھا، نجاشی کا جنازہ صرف نظر صحابہ سے غائب تھا، اسے فتح الباری میں پسند کیا یہ کہتے ہوئے کہ اس سے پہلے ابوحامد یہ فرما چکے ہیں۔ اسی طرح رویانی نے اسے عمدہ سمجھا، یہ چاروں حضرات شافعی ہیں۔ تعجب کی چیز یہ ہے کہ اس پر تو حنفیہ و مالکیہ کا بھی اتفاق ہے کہ

ع قلدھم فیہ تقلیدا جامدا مجتہد الوھابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار والبوفالی فی عون الباری غافلین عما ردہ بہ الحنفیۃ وھذا دیدن ھٰؤلاء المدعین للاجتھاد یقلدون المقلدین فی الغلط المبین ویحرمون تقلید الائمۃ المجتہدین ۱۲ منہ (م)

اس میں ان کی تقلید جامد کی ہے مجتہد وہابیہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اور بھوپالی نے عون الباری میں۔ اور اس کلام سے غافل رہے جس کے ذریعے حنفیہ نے اس جواب کو رَد کردیا ہے۔ یہی ان مدعیانِ اجتہاد کی عادت ہے کہ کھلی ہُوئی غلط باتوں میں مقلدین کی تقلید کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کی تقلید کو حرام ٹھہراتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ الواحدی النوع الرابع فی صلوٰتہ الخ دارالمعرفۃ بیروت ۸ /۸۷

[2] فتح الباری بحوالہ الکرمانی باب الصفوف علی الجنازہ مصطفی البابی مصر ۳ /۴۳۲

[3] فتح الباری شرح البخاری " " " "

ان الجنازۃ قدامنا کما قد منا اما حدیث مجمع بن جاریۃ رضی اللہ عنہ فصففنا خلفہ صفین ومانری شیئا رواہ الطبرانی (وھم من نسبہ لابن ماجۃ مغترا بقول الحافظ اصلہ فی ابن ماجۃ غافلا ان لیس عندہ "ومانری شیئا" وھو المقصود) ففیہ حمران بن اعین رافضی ضعیف علی ان کلا حکی عن حالہ فلا تعارض ولا یعقل من عاقل اشتراط ان یری المیت الکل والا لما صحت لما عدا الصف الاول۔

ایسے کی نمازِ جنازہ جائز ہے جو لوگوں سے غائب ہو اور امام اسے دیکھ رہا ہو **اقول** علاوہ ازیں حدیث عمران میں یہ ہے کہ "ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے" جیسا کہ ہم پیش کرچکے۔ رہی مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث، ہم نے حضور کے پیچھے دو صفیں لگائیں اور ہم کچھ نہ دیکھ رہے تھے اسے طبرانی نے روایت کیا (جس نے ابن ماجہ کا حوالہ دیا اُسے وہم ہوا اور اصل ابن حجر کی اس عبارت سے کہ "اس کی اصل ابن ماجہ میں ہے" وہ فریب خوردہ ہوگیا اور اس سے غافل رہا کہ ابن ماجہ میں یہ لفظ "ہم کچھ نہ دیکھ رہے تھے" موجود نہیں جبکہ وہی مقصود ہے۔ اس میں حمران بن اعین رافضی ضعیف ہے۔ علاوہ ازیں ہر راوی نے اپنا حال بیان کیا ہے، اس لیے کوئی تعارض نہیں، ورنہ پہلی صف کے علاوہ کسی کی نماز ہی صحیح نہ ہو۔ (ت)

ثالثاً نجاشی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انتقال دارالکفر میں ہوا وہاں اُن پر نماز نہ ہوئی تھی لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں پڑھی۔ اسی بنا پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کے لیے یہ باب وضع کیا،

الصلوۃ علی مسلم یلیہ اھل شرک فی بلد اخر[3]

دوسرے شہر میں ایسے مسلم کی نمازِ جنازہ جس کے قریب صرف اہلِ شرک ہیں۔ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ عمران بن حصین النوع الرابع فی صلوتہ الخ دارالمعرفۃ بیروت ۸/۸۷

[2] شرح الزرقانی " بحوالہ طبرانی " " " " "

فتح الباری شرح البخاری باب الصلوۃ علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۲

[3] سنن ابی داؤد باب الصلوۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک آفتاب عالم پریس، لاہور ۲/۱۰۱

ف: معجم کبیر میں مجمع بن جاریہ کی احادیث کے تحت بحوالہ ابن ابی شیبہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں: "فصففنا خلفہ صفین" اس میں "ومانری شیئا" کے الفاظ نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہو معجم کبیر حدیث ۱۰۸۶ جلد ۱۹ ص ۴۴۶۔ نذیر احمد

قال الحافظ فی الفتح ھذا محتمل الا انی لم اقف فی شیئ من الاخبار علی انه لم یصل علیه فی بلدہ احد اھ[1] قال الزرقانی وھو مشترک الالزام فلم یرد فی الاخبار انه صلی علیه احد فی بلدہ کما جزم به ابوداؤد ومحله فی اتساع الحفظ معلوم[2] اھ **اقول** ای فقد کفانا المؤنة بقوله ھذا محتمل **ثم اقول** قد یومی له ما اخرج احمد و ابن ماجة عن حذیفة بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنه ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خرج بھم فقال صلوا علی اخ لکم مات بغیر ارضکم قالوا من ھو قال النجاشی[3] ثم رأیته فی مسند ابی داؤد الطیالسی

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا یہ احتمال تو ہے مگر کسی حدیث میں یہ اطلاع میں نے نہ پائی کہ نجاشی کے اہلِ شہر میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی اھ علامہ زرقانی نے لکھا: یہ الزام دونوں طرف سے مشترک ہے کیونکہ کسی حدیث میں یہ بھی مروی نہیں کہ ان کے اہلِ شہر میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی — جیسا کہ ابوداؤد نے اس پر جزم کیا ہے اور وسعتِ حفظ میں ان کا مقام معلوم ہے اھ۔ **اقول** یعنی یہ احتمال مان کر ہمارا بوجھ اُنھوں نے خود ہی اتار دیا **ثم اقول** اس کا کچھ اشارہ اس سے ملتا ہے جو امام احمد اور ابن ماجہ نے حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لوگوں کو لے کر باہر گئے پھر فرمایا: اپنے ایک بھائی کی

عہ ثم رأیت الشوکانی ذکرہ عن شیخ مذھبه الفاسد ابن تیمیة انه اختار التفصیل بجواز الصلٰوۃ علی الغائب ان لم یصل علیه حیث مات والا لا قال واستدل له بما اخرجه الطیالسی واحمد و ابن ماجة وابن قانع والطبرانی و الضیاء فذکر الحدیث[4] **اقول** اما الاستئناس فنعم واما کونه دلیلا علیه حجة فیه فلا کما لا یخفی ۱۲ منه (م)

عہ پھر میں نے دیکھا کہ شوکانی نے اپنے فاسد مذہب کے پیشوا ابن تیمیہ سے متعلق ذکر کیا کہ اس نے یہ تفصیل اختیار کی ہے کہ غائب کی نماز جائز ہے اگر وہاں اس کی نماز نہ ہوئی جہاں انتقال کیا ورنہ جائز نہیں۔ اور کہا کہ اس پر دلیل میں وہ حدیث پیش کی ہے جو طیالسی، امام احمد، ابن ماجہ، ابن قانع، طبرانی اور ضیاء نے روایت کی پھر حدیث بالا ذکر کی۔ **اقول** اس حدیث سے رائے مذکور پر استیناس تو ہو رہا ہے مگر یہ کہ اس پر یہ دلیل اور اس بارے میں حجت ہو تو ایسا نہیں جیسا کہ واضح ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح الباری شرح البخاری — باب الصفوف علی الجنازۃ — مصطفی البابی مصر — ۳/۴۳۲
[2] شرح الزرقانی علی المواھب — النوع الرابع — دار المعرفۃ بیروت — ۸/۸۷
[3] سنن ابن ماجہ — باب ما جاء فی الصلٰوۃ علی النجاشی — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۱۱
[4] نیل الاوطار للشوکانی — الصلٰوۃ علی الغائب بالنیۃ — مصطفی البابی مصر — ۴/۵۷

قال حدثنا المثنیٰ بن سعید عن قتادۃ عن ابی طفیل عن حذیفۃ بن اسید ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتاہ موت النجاشی فقال ان اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموا فصلوا علیہ[1] فھذا یقوی الاستئناس لمکان الفاء فی فقوموا۔

نماز ادا کرو جو تمہاری سرزمین کے علاوہ میں فوت ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا، وہ کون؟ فرمایا: نجاشی۔ پھر میں نے اسے مسند ابوداؤد طیالسی میں دیکھا، انھوں نے کہا ہم سے مثنٰی بن سعید نے حدیث بیان کی، وہ قتادہ سے وہ ابو الطفیل سے وہ حذیفہ بن اُسید سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس نجاشی کی وفات کی خبر آئی تو فرمایا، تمہارا بھائی تمہاری سرزمین کے علاوہ میں انتقال کر گیا تو اٹھو اس کی نماز پڑھو۔ یہ روایت استیناس کو قوت دے رہی ہے اس لیے کہ اس کے اندر فقوموا (تو اٹھو) میں فا (تو) ہے۔ (ت)

ولہذا خود امام شافعی المذہب ابوسلیمان خطابی نے یہ مسلک لیا کہ غائب پر نماز جائز نہیں سوا اس صورت خاص کے کہ اس کا انتقال ایسی جگہ ہُوا ہو جہاں کسی نے اس کی نماز نہ پڑھی ہو۔ **اقول** اب بھی خصوصیتِ نجاشی ماننے سے چارہ نہ ہوگا، جبکہ اور موتیں بھی ایسی ہُوئیں اور نمازِ غائب کسی پر نہ پڑھی گئی۔

رابعًا بعض[عہ] کو ان کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ بعض نے کہا حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی۔[2]

رواہ ابن ابی حاتم فی التفسیر عن ثابت والدارقطنی فی الافراد والبزار عن حمید معًا عن انس ولہ شاھد فی کبیر الطبرانی عن وحشی واوسط عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اسے ابن ابی حاتم نے تفسیر میں ثابت سے، دارقطنی نے افراد میں اور بزار نے مسند میں حمید سے، دونوں حضرات نے حضرت انس سے روایت کیا۔ اور اس حدیث کی ایک شاہد طبرانی کبیر میں حضرت وحشی سے اور معجم اوسط میں حضرت ابوسعید سے ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

اس نماز سے مقصود اُن کی اشاعتِ اسلام تھی۔ **اقول** یعنی بیان بالفعل اقوی ہے ولہذا مصلّی میں تشریف لے گئے کہ جماعت کثیر ہو۔[3]

عہ روایتِ طبرانی میں ہے اس کا قائل ایک منافق تھا ۱۲ منہ (م)

۱؎ مسند ابوداؤد الطیالسی حدیث ۱۰۶۸ دار المعرفۃ بیروت ص۱۴۴

۲؎ فتح الباری بحوالہ ابن ابی حاتم والدارقطنی والبزار باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۱

۳؎ 〃 〃 ابن بزیزہ 〃 〃 〃 〃

۴؎ فتح الباری بحوالہ الطبرانی اوسط باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۱

23 قاله ابن بزيزة وغيره من الشافعية القائلين بجواز صلوٰة الجنازة فی المسجد معتلين لعدم صلوٰة صلی اللّٰه عليه وسلم فی المسجد مع انه حين نعاه كان فيه هذا ولا يذهب عنك ان الظن ان المعلم هما الاولان۔

یہ ابن بزیزہ وغیرہ شافعیہ نے کہا جو اس کے قائل ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب رحلتِ نجاشی کی اطلاع دی تو اُس وقت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے مگر جنازہ کیلئے باہر تشریف لے گئے اس کی علت ان حضرات نے یہ بتائی کہ اس سے مقصود تکثیرِ جماعت کے ذریعہ ان کے اسلام کا اعلان کرنا تھا۔ (اس واقعہ پر ہم نے چار کلام کئے مگر) خیال رہے کہ نقش زرنگار کی حیثیت صرف پہلے دو کو حاصل ہے۔ (ت)

تنبیہ : غیر مقلدوں کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیثِ نجاشی کی نسبت کہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نمازی قبلہ رُو۔

اقول یہ اس مدعیِ اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اس کے ادعا پر ثبت جہل شدید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے تو جنازہ غیر جہت قبلہ کو کب تھا!

لاجرم لما نقل الحافظ فی الفتح قول ابن حبان[1] انه انما يجوز ذلك لمن فی جهة القبلة، قال حجته الجمود علی قصة النجاشی اھ

جب حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن حبان کا یہ قول نقل کیا کہ صرف اسی غائب کی نماز جنازہ ہوسکتی ہے جو سمتِ قبلہ میں ہو تو اس پر یہ کہا کہ : ان کی دلیل واقعہٴ نجاشی پر جمود ہے اھ (ت)

تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے جن کو سمتِ قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز ان کی غیر سمت پڑھنے کا ادعا دُوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی[2] رواه الطبرانی عن حذيفة بن اسيد رضی اللّٰه عنه (اسے طبرانی نے حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

واقعہ دوم : معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی۔

---

[1] فتح الباری بحوالہ ابن بزیزہ باب الصفوف علی الجنازۃ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۱

[2] معجم کبیر مروی از حذیفہ بن اُسید حدیث ۳۰۲۸ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/۱۷۹

23

23

اوّلاً ائمہ حدیث عقیلی وابن حبان وبیہقی وابو عمر ابن عبدالبر وابن الجوزی ونووی وذہبی وابن الہمام وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف بتایا، اسے طبرانی نے معجم اوسط ومسند الشامیین میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی سے روایت کیا

بطریق نوح بن عمرو السکسکی ثنا بقیہ بن الولید عن محمد بن زیاد الالہانی عن ابی امامۃ۔

اس کی سند اس طرح ہے: نوح بن عمرو سکسکی نے کہا ہم سے حدیث بیان کی بقیہ بن ولید نے ــ عن محمد بن زیاد الالہانی ــ عن ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قلت ومن ھذا الطریق رواہ ابواحمد الحاکم فی فوائدہ والخلال فی فوائد سورۃ الاخلاص وابن عبدالبر فی الاستیعاب وابن حبان فی الضعفاء و اشار الیہ ابن مندۃ۔

قلت (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اس کو ابواحمد حاکم نے فوائد میں، خلال نے فوائد سورۂ اخلاص میں، ابن عبدالبر نے استیعاب میں، اور ابن حبان نے ضعفاء میں روایت کیا۔ اور اسی کی طرف ابن مندہ نے اشارہ کیا۔ (ت)

اس کی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سُننا نہ بیان کیا بلکہ کہا کہ ابن زیاد سے روایت ہے معلوم نہیں راوی کون ہے!

بہ اعلہ المحقق فی الفتح **اقول** لکن سند ابی احمد الحاکم ھکذا اخبرنا ابوالحسن احمد بن عمیر بدمشق ثنا نوح بن عمرو بن حری ثنا بقیۃ ثنا محمد بن زیاد عن ابی امامۃ فذکرہ۔

حضرت محقق نے فتح القدیر میں اسی سے اس کو معلول ٹھہرایا۔ **اقول** مگر ابواحمد حاکم کی سند اس طرح ہے، ہمیں خبر دی ابوالحسن احمد بن عمیر نے دمشق میں، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی نوح بن عمرو بن حری نے، کہا ہم سے حدیث بیان کی محمد بن زیاد نے، وہ ابوامامہ سے راوی ہیں۔ اس کے بعد حدیث ذکر کی۔ (ت)

ذہبی نے کہا کہ حدیث منکر ہے نیز اس کی سند میں نوح ابن عمرو ہے۔ ابن حبان نے اسے حدیث کا چور بتایا، یعنی ایک سخت ضعیف شخص اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا تھا اس نے اس سے چُرا کر بقیہ کے سر باندھی۔

قال الذھبی فی ترجمۃ نوح قال ابن حبان یقال انہ سرق ھذا الحدیث[1] **اقول**

ذہبی نے نوح کے حالات میں لکھا: ابن حبان نے بیان کیا کہ "کہا جاتا ہے اس نے یہ حدیث چُرالی اھ" **اقول**

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۹۱۳۹ نوح بن عمرو بن نوح دارالمعرفۃ بیروت ۴/۲۷۸

لفظ الحافظ فی الاصابة قال ابن حبان فی ترجمة العلاء الثقفی من الضعفاء بعد ان ذکر له هذا الحدیث سرقه شیخ من اھل الشام، فرواہ عن بقیة فذکرہ[1] اھ ولیس فیه یقال وقد نقل عنه ھکذا الذھبی فی العلاء اما قول الحافظ فما ادری عنی نوحاً اوغیرہ فانه لم یذکر نوحاً فی الضعفاء[2] **فاقول** ظاھر ان نوحا ھو الشیخ الشامی الذی رواہ عن بقیة ولا مسار للشك حتی یثبت شامی اخر یرویه عنه لا جرم ان جزم الذھبی بانه عنی به نوحا.

اصابہ میں حافظ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں: ابن حبان نے علاء ثقفی ضعیف کے ترجمہ میں اس کی یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا، اسے شام کے ایک شیخ نے چرا کر اُسے بقیہ سے روایت کردیا۔ پھر حدیث ذکر کی اھ —— اصابہ کی اس عبارت میں ابن حبان کے حوالہ میں لفظ یقال (کہا جاتا ہے) نہیں ہے —— اور خود ذہبی نے علاء کے بارے میں ابن حبان سے اسی طرح نقل کیا ہے —— اب رہا حافظ ابن حجر کا یہ کلام کہ "پتا نہیں ابن حبان نے نوح ہی کو مراد لیا ہے یا کسی اور کو؟ کیونکہ انہوں نے نوح کو ضعفاء میں ذکر نہیں کیا ہے" —— **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ نوح ہی وہ شامی شیخ ہے جس نے یہ حدیث بقیہ سے روایت کی ہے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں کہ یہ ثابت کیا جائے کہ کوئی اور شامی شیخ اُس سے روایت کرنے والا ہے۔ لامحالہ ذہبی نے جزم کیا کہ ابن حبان نے اس سے نوح ہی کو مراد لیا ہے۔ (ت)

انس[عه] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت طبقات ابن سعد میں دو طریق سے ہے، ایک طریق میں محبوب بن ہلال مزنی ہے۔

عه **تنبیه**: لم یرد الحدیث عن صحابی غیر انس وابی امامة اما ما وقع فی نسختی فتح القدیر المطبوعتین بمصر والھند من قوله بعد ذکر قصة النجاشی فان قیل بل قد صلی علی غیرہ من الغیب وھو معاویة بن معاویة المزنی، ویقال اللیثی رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامة

تنبیہ: یہ حضرت انس اور ابوامامہ کے علاوہ کسی اور صحابی سے وارد نہیں —— رہی فتح القدیر کی یہ عبارت جو اس کے مصر اور ہند کے طبع شدہ دونوں نسخوں میں ہے کہ "واقعہ نجاشی ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں، اگر اعتراض ہو کہ حضور نے نجاشی کے علاوہ دوسرے پر بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ وہ معاویہ بن معاویہ مزنی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ "لیثی"۔ اسے طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] الاصابة فی تمییز الصحابة ترجمہ نمبر ۸۰۸۰ معاویہ بن معاویہ مزنی دار صادر بیروت ۳/۴۳۷

[2] " " " " " " "

قلت ومن ھذا الوجہ اخرجہ الطبرانی وابن أضریس وسمویۃ فی فوائدہ وابن مندۃ والبیھقی فی الدلائل[1]۔

قلت (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اُسے طبرانی، ابن ضریس، فوائد میں سمویہ، ابن مندہ، اور دلائل میں بیہقی نے روایت کیا۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وابن سعد من حدیث انس وعلی وزید وجعفر لما استشھد ابموتہ علی مافی مغازی الواقدی[2] فتصحیف وصوابہ وابن سعد من حدیث انس وعلی زید وجعفر ای وصلی علیھما فقد اخذ کلام الفتح ھذا برمتہ الحلبی فی الغنیۃ فقال وابن سعد من حدیث انس وکذا صلی علی زید وجعفر[3] وکذا اخذہ بتمامہ القاری فی المرقاۃ فقال وابن سعد من حدیث انس وصلی علی زید وجعفر[4] وقد جمع الحافظ طرق الحدیث فی الاصابۃ فلم یذکرہ عن علی ولا عن غیرہ من الصحابۃ سوی انس و ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲ منہ (م)

سے روایت کیا ہے اور ابن سعد نے حضرت انس اور علی سے، اور زید وجعفر پر بھی نماز پڑھی جب یہ دونوں حضرات موتہ میں شہید ہُوئے جیسا کہ مغازی واقدی میں ہے ــــ تو اس عبارت (من حدیث انس و علی وزید وجعفر) میں تصحیف (کتابت کی غلطی) ہے۔ صحیح عبارت اس طرح ہے (وابن سعد من حدیث انس وعلی زید وجعفر) یعنی اور اسے ابن سعد نے حضرت انس سے روایت کیا، اور حضور نے حضرت زید وحضرت جعفر کی بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ اس خطائے کتابت کی دلیل یہ ہے کہ فتح القدیر کا پُورا کلام لے کر علامہ حلبی نے غنیہ میں یوں لکھا: وابن سعد من حدیث انس، وکذا صلی علی زید وجعفر (اور ابن سعد نے اسے حضرت انس سے روایت کیا، اور اسی طرح حضور نے حضرت زید وحضرت جعفر کی نماز پڑھی) یُوں ہی علامہ علی قاری نے اسے مکمل اخذ کرکے مرقات میں یُوں لکھا: وابن سعد من حدیث انس، وصلی علی زید و جعفر (اور ابن سعد نے حضرت انس کی حدیث میں اسے روایت کیا اور حضور نے حضرات زید وجعفر کی نماز پڑھی) ــــ اور حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اس حدیث کے تمام طُرق جمع کیے ہیں مگر ان میں حضرت علی یا کسی اور صحابی سے روایت کا ذکر نہیں صرف حضرت انس وابو امامہ کا ذکر ہے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

---

[1] الاصابۃ ترجمہ ۸۰۸۰ ۳/۳۳۶
[2] فتح القدیر ۲/۸۱
[3] غنیۃ المستملی ص ۵۴۴
[4] مرقات المفاتیح ۴/۱۴۰

ذہبی نے کہا یہ شخص مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث منکر ہے۔[1]

دوسرے طریق میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔

قلت ومن ھذا الطریق اخرجہ ابن ابی الدنیا ومن طریقہ ابن الجوزی فی العلل المتناھیۃ والعقیلی وابن سنجر فی مسندہ وابن الاعرابی وابن عبدالبر وحاجب الطوسی فی فوائدہ۔[2]

قلت (میں کہتا ہوں) اسی طریق سے اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے اور اسی کے طریق سے ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ میں، اور عقیلی اور ابن سنجر نے اپنی مسند میں اور ابن الاعرابی، ابن عبدالبر نے اور فوائد میں حاجب طوسی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا: اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری وابن عدی وابوحاتم نے کہا: وہ منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم ودارقطنی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی استاذِ امام بخاری نے کہا: وہ حدیثیں دل سے گھڑتا تھا۔ ابن حبان نے کہا: یہ حدیث بھی اسی کی گھڑی ہوئی ہے، اسے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی۔[ت] ذکرہ فی المیزان (اسے میزان الاعتدال میں ذہبی نے ذکر کیا۔) ابوالولید طیالسی نے کہا، علاء کذاب تھا۔[3] عقیلی نے کہا: العلاء بن یزید ثقفی لایتابعہ احد علی ھذا الحدیث الا من ھو مثلہ اودونہ علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاء ہی جیسے ہیں یا اس سے بھی بدتر، ذکرہ فی العلل المتناھیۃ (ابن الجوزی نے اسے علل متناہیہ میں ذکر کیا۔ ت) ابوعمر بن عبدالبر نے کہا: اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور دربارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں۔[5] قالہ فی الاستیعاب ونقلہ فی الاصابۃ (ابن عبدالبر نے یہ استیعاب میں کہا اور حافظ نے اسے اصابہ میں نقل کیا۔ ت) یونہی ابن حبان نے کہا کہ مجھے [عہ] اس نام کے

عہ وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشہ کیا ہے،

اوّلاً استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معٰویہ بن معٰویہ لیثی پر نماز پڑھی۔ پھر کہا

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۰۸۵ محبوب بن ہلال دارالمعرفۃ بیروت ۳/۴۴۲

[2] و [3] " " ۵۷۳۰ العلاء بن زید الثقفی " " ۳/۹۹

[4] العلل المتناہیۃ حدیث فی فضل معاویۃ بن معاویۃ دارالنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۹

[5] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۸۰۸۰ معاویۃ بن معاویۃ دارصادر بیروت ۳/۴۳۷

کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں[1] اثرہ فی المیزان (اسے ذہبی نے میزان میں نقل کیا۔ ت)

ثانیاً فرض کیجئے کہ حدیث اپنے طُرق سے ضعیف نہ رہے کما اختارہ الحافظ فی الفتح (جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اسے فتح الباری میں اختیار کیا ہے۔ ت) یا بفرض غلط لذاتہ صحیح سہی پھر اس میں کیا ہے خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیش نظر انور کردیا گیا تھا تو نماز جنازہ حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔

اتحب ان اطوی لك الارض، فتصلی علیہ قال نعم، فضرب بجناحہ علی الارض فرفع لہ سریرہ فصلی علیہ، وخلفہ صفان من الملائكة كل صف سبعون

کیا حضور چاہتے ہیں کہ حضور کے لیے زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں۔ فرمایا: ہاں۔ جبریل نے اپنا پَر زمین پر مارا جنازہ حضور کے سامنے ہوگیا اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی، اور فرشتوں کی دو صفیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

استیعاب میں اس قصہ کا مثل معاویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا۔ پھر کہا نیز اس کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بھی معاویہ مزنی میں روایت کیا[2]۔ اس میں یہ وہم لاتا ہے کہ گویا تین صحابی جدا جدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے، حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے وہ ایک ہی صحابی ہیں معاویہ نام جن کے نسب ونسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا، کسی نے مزنی کہا، کسی نے لیثی، کسی نے معاویہ بن معاویہ، کسی نے معاویہ بن مقرن، ابوعمر نے معاویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معاویہ بن معاویہ کوئی معلوم نہیں، اور حافظ نے اصابہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کو ترجیح دی اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا اور معاویہ بن مقرن کو ایک اور صحابی مانا جن کے لیے یہ روایت نہیں، بہرحال صاحب قصہ شخص واحد ہیں۔ اور شوکانی کا ایہام تثلیث محض باطل۔ ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا: معاویة بن معاویة المزنی ویقال اللیثی ویقال معاویة بن مقرن المزنی قال ابوعمر وھو اولی بالصواب[3] الخ یعنی معاویہ بن معاویہ مزنی، اور کوئی کہتا ہے معاویہ بن مقرن مزنی، ابوعمرو نے کہا یہی صواب سے نزدیک تر ہے۔ پھر حدیث انس کے طریق اول سے پہلے طور پر نام ذکر کیا اور طریق دوم سے دوسرے طور پر اور حدیث ابوامامہ سے تیسرے طور پر۔ ۱۲ منہ۔

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۷۳۰ العلاء بن زید الثقفی دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۹۹

[2] نیل الاوطار الصلوٰۃ علی الغائب بالنیۃ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۷

[3] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ترجمہ معاویہ بن معاویہ مزنی المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۴/ ۳۸۸

الف ملک[1] ۔

حضور کے پیچھے تھیں، ہر صف میں ستر ہزار فرشتے۔

ابو احمد حاکم کے یہاں یوں ہے :

وضع جناحه الایمن علی الجبال ، فتواضعت ووضع جناحه الایسر علی الارضین فتواضعت حتی نظرنا الی مکة والمدینة فصلی علیه رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وجبریل والملٰئکة[1] ۔

جبریل نے اپنا داہنا پَر پہاڑوں پر رکھا وُہ جُھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا وُہ پست ہوگئیں یہاں تک کہ مکّہ ومدینہ ہم کو نظر آنے لگے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ان پر نماز پڑھی۔

حدیثِ انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں : جبریل نے عرض کی کیا حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ فرمایا : ہاں۔

فضرب بجناحه الارض فلم تبق شجرة ولا اکمة الا تضعضعت ورفع له سریره حتی نظر الیه فصلی علیه[2] ۔

پس جبریل نے زمین پر اپنا پَر مارا کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہوگیا، اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیشِ نظرِ اقدس ہوگیا، اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔

بطریق علا کے لفظ یُوں ہیں :

هل لك ان تصلی علیه فاقبض لك الارض قال نعم فصلی علیه[3] ۔

جبریل نے عرض کی حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں۔ فرمایا : ہاں۔ جبریل نے ایسا ہی کیا، اُس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔

اقول بلکہ طرزِ کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی، جب تو جبریل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور نماز پڑھیں۔ فافہم

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ بحوالہ الطبرانی باب المشی بالجنازۃ الخ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۴۶
فتح القدیر بحوالہ الطبرانی فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۱
[2] مجمع الزوائد " باب الصلوٰۃ علی الغائب دار الکتاب العربی بیروت ۳/۳۸
[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۸۰۸۰ معاویہ بن معاویہ دار صادر بیروت ۳/۴۳۶
[4] " " " " " " " ۳/۴۳۷

واقعہ سوم: واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی:

لما التقی الناس بموتۃ، جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وکشف لہ مابینہ وبین الشام، فھو ینظر الی معرکتھم، فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ، فمضی حتی استشھد، وصلی علیہ ودعا لہ وقال استغفروا لہ وقد دخل الجنۃ وھو یسعٰی ثم اخذ الرایۃ جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشھد فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ودعا وقال استغفروا لہ وقد دخل الجنۃ فھو یطیر فیھا بجناحین حیث شاء[1] (ملخصاً)

جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہُوئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہُوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لیے پردے اٹھا دئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: زید بن حارثہ نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا حضور نے انھیں اپنی صلوٰۃ ودعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہُوا اس کے لیے استغفار کرو بیشک وُہ دوڑتا ہُوا جنت میں داخل ہوا۔ حضور نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا حضور نے ان کو اپنی صلوٰۃ ودعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہُوا اس کے لیے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہُوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اُڑتا پھرتا ہے۔

اوّلاً یہ دونوں طرق سے مرسل ہے **اقول** عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی کے پوتے اور یہ عبداللہ ابن ابی بکر عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔ صغار تابعین سے عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ عنہ کے پرپوتے۔

ثانیاً خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں، یہاں تک کہ ذہبی نے ان کے متروک ہونے پر اجماع کا ادعا کیا[2]

اقول وزدت ھذہ مشایعۃ للاوّل وکلاھما الزام فالمرسل نقبلہ والواقدی نوثقہ۔

اقول (میں کہتا ہُوں) یہ نقد، پہلے نقد کی روش پر میں نے بڑھا دیا ہے اور دونوں اعتراض الزامی ہیں ورنہ ہمارے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے اور واقدی ثقہ ہیں۔ (ت)

---

[1] کتاب المغازی بیان غزوۂ موتہ موسسۃ العلمی بیروت ۲/۷۶۲

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۹۹۳ محمد بن عمر واقدی دارالمعرفۃ بیروت ۳/۶۶۶

ثالثاً، اقول عبداللہ بن ابی بکر سے راوی شیخ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے[1] کما فی المیزان (جیسا کہ میزان میں ہے۔ ت) تو مرسل نامعتضد ہے۔ (یعنی رواۃ ثقہ ہو تو یہ مرسل قوی ومقبول ہوتی، جہالتِ راوی کے باعث اس میں قوت نہ رہی ۱۲ مترجم)

رابعاً خود اسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اُٹھا دیے گئے تھے، معرکہ حضرت اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیشِ نظر تھا۔

اقول لکن موتۃ بالشام علی مرحلتین من بیت المقدس وغزوتہا سنۃ ثمان وقد حولت القبلۃ قبلہا[عہ] بزمان فکیف یکفی التروٗیۃ مع اشتراط کونہا امام المصلی الا ان یقال انما ارید الرد علی الاحتجاج لصلوٰۃ الغیب وقدتم واذا ثبت فیہا قولنا ثبت ذلک الشرط لنا لان الروٗیۃ مع الاستدبار لاتمکننا۔

اقول لیکن مقامِ موتہ سرزمینِ شام میں بیت المقدس سے دو منزل پر واقع ہے (تو مدینہ سے سمتِ قبلہ میں نہیں بلکہ قبلہ کی سمت مخالف شمال میں ہوا۔ مترجم) اور غزوہ موتہ ۸ھ ہجری میں ہُوا جس سے بہت پہلے تحویلِ قبلہ ہوچکی تھی۔ پھر یہ روٗیت کیسے کافی ہوگی جبکہ جنازہ کا مصلّی کے آگے ہونا شرط ہے۔ جواباً کہا جاسکتا ہے کہ غائبانہ نماز پر استدلال کا رد کرنا مقصود تھا وُہ پُورا ہوگیا، اور اس بارے میں جب ہمارا قول ثابت ہوجائیگا تو وُہ شرط بھی ہمارے حق میں ثابت ہوگی اس لیے کہ پُشت کی جانب جنازہ ہوتے ہُوئے دیکھ لینا ہمارے لیے ناممکن ہے۔ (ت)

خامساً، اقول کیا دلیل ہے کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی نماز معہود ہے بلکہ بمعنی درود ہے اور دعا لہ عطفِ تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے اور سوق روایت اسی میں ظاہر کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس وقت منبر اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبر انور دیوارِ قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہی ہے کہ منبر پر رُو بحاضرین ولپشت بہ قبلہ جلوس ہو۔ اور اس روایت میں نماز کے لیے منبر پر سے اُترنے پھر تشریف لے جانے کا کہیں ذکر نہیں، نیز برخلاف روایت نجاشی اس میں نماز صحابہ بھی نہیں، نہ یہ کہ حضور نے ان کو نماز کیلئے فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ۔ نیز اسی معرکہ میں تیسری شہادت عبداللہ بن رواحہ

[عہ] لان تحویلہا فی السنۃ الثانیۃ ۱۲ منہ (م) اس لیے کہ تحویلِ قبلہ ۲ھ میں ہوئی ہے۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۴۷۴۲ عبدالجبار بن عمارہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۵۳۴

رضی اللہ عنہ کی ہے ان پر صلٰوۃ کا ذکر نہیں، اگر نماز ہوتی تو ان پر بھی ہوتی، ہاں درود کی ان دو کے لیے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے اگرچہ وجہ کی حاجت بھی نہیں کہ وُہ احکامِ عامہ سے نہیں۔ وجہ اس حدیث سے ظاہر ہوگی کہ جس میں ان دو کرام کا حضرت ابن رواحہ سے فرق ارشاد ہُوا ہے اور یہ کہ ان کو جنّت میں منہ پھیرے ہُوئے پایا کہ معرکہ میں قدرے اعراض واقع ہو کر اقبال ہُوا تھا،

وھو فی اٰخر ھٰذین المرسلین رواہ البیھقی عن طریق الواقدی بسندیہ والیہ اشار فی حدیث ابن سعد عن ابی عامر الصحابی رضی اللہ عنہ مرفوعا رأیت فی بعضھم اعراضا کانہ کرہ السیف[1]

وُہ بات ان ہی دونوں مرسل کے آخر میں ہے اسے بیہقی نے بطریق واقدی اس کی دونوں سندوں سے روایت کیا ہے اور اسی کی طرف طبقات ابن سعد کی حدیث میں اشارہ ہے جو حضرت ابو عامر صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ سرکار نے فرمایا ان میں سے ایک کے اندر میں نے کچھ اعراض دیکھا گویا شمشیر سے اسے ناگواری ہُوئی۔ (ت)

اور سب سے زائد یہ کہ وُہ شہدائے معرکہ ہیں۔ نمازِ غائب جائز ماننے والے شہیدِ معرکہ پر نماز نہیں مانتے، تو باجماعِ فریقین یہاں صلٰوۃ بمعنی دُعا ہونا لازم۔ جس طرح خود امام نووی شافعی، امام قسطلانی شافعی، امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالٰی نے صلٰوۃ علٰی قبورِ شہداءِ اُحد میں ذکر فرمایا کہ یہاں صلٰوۃ بمعنے دعا ہونے پر اجماع ہے کما اثرناہ فی النھی الحاجز (جیسا کہ ہم نے اسے النھی الحاجز میں نقل کیا ہے۔ ت) حالانکہ وہاں توصلّٰی علٰی اھل احد صلٰوتہ علی المیّت[2] (اہلِ اُحد پر ویسے ہی صلٰوۃ پڑھی جیسے میّت پر صلٰوۃ ہوتی ہے۔ ت) ہے، یہاں اس قدر بھی نہیں۔ وہابیہ کے بعض جاہلان بیخرد مثل شوکانی صاحبِ نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی اُصول دانی یُوں کھولتے ہیں کہ صلٰوۃ بمعنے نماز حقیقت شرعیہ ہے اور بلادلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔

اقول، اوّلاً ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقتِ شرعیہ صلٰوۃ بمعنی ارکانِ مخصوصہ ہے۔ یہ معنی خود نمازِ جنازہ میں کہاں کہ اس میں نہ رکوع ہے نہ سجود، نہ قرأت نہ قعود۔ الثالث عندنا والبواقی اجماعا (قرأت ہمارے نزدیک اور باقی تینوں بالاجماع کسی کے یہاں نہیں۔ ت) ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ صلٰوۃ مطلقہ نہیں، اور تحقیق یہ کہ وہ دعائے مطلق و صلٰوۃِ مطلقہ

---

[1] الطبقات الکبرٰی | بیان سریہ موتہ | دارصادر بیروت | ۲/ ۱۳۰
[2] صحیح البخاری | باالصلٰوۃ علی الشہید | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۱۷۹

میں برزخ ہے کما اشار الیہ البخاری فی صحیحہ واطال فیہ (جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے اور اس بارے میں طویل کلام کیا ہے۔ ت) محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نمازِ جنازہ پر اطلاقِ صلوٰۃ مجاز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: سماھا صلوٰۃ لیس فیھا رکوع ولا سجود[1] (اس کا نام رکھا ایسی نماز جس میں رکوع وسجود نہیں۔ ت)۔ عمدۃ القاری میں ہے:

لکن التسمیۃ لیست بطریق الحقیقۃ ولا بطریق الاشتراک ولکن بطریق المجاز[2]

لیکن تسمیہ بطور حقیقت نہیں، نہ بطور اشتراک بلکہ بطریق مجاز ہے۔ (ت)

ثانیاً: صلوٰۃ کے ساتھ جب علٰی فلان مذکور ہو ہرگز اس سے حقیقتِ شرعیہ مراد نہیں ہوتی، نہ ہوسکتی ہے،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[3]۔ اللّٰھم صلّ وسلّم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ کما تحب وترضٰی وقال وصلّ علیھم ان صلوٰتک سکن لھم[4]۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم صلّ علٰی اٰلِ ابی اوفٰی[5]۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اے ایمان والو! ان پر صلوٰۃ بھیجو اور خُوب سلام بھیجو۔ اے اللہ! اُن پر اور اُن کی آل پر رحمت وسلامتی وبرکت نازل فرما جیسی تجھے محبوب وپسندیدہ ہے۔ اور ارشادِ باری ہے: ان پر صلوٰۃ بھیج بیشک تیری صلوٰۃ ان کے لیے سکون ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آلِ ابی اوفی پر صلوٰۃ نازل فرما۔ (ت)

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ الٰہی! تو آلِ ابی اوفی پر نماز پڑھ یا اُن کا جنازہ پڑھ؟ کیا صلوٰۃ علیہ شرع میں بمعنی درود نہیں؟ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابیہ نادان قوم ہے۔ ت)

تنبیہ: بعض حنفی بننے والے یہاں یہ عذر بے معنی پیش کرتے ہیں کہ مدارج النبوۃ میں ہے:

والآن در حرمین شریفین متعارف ست کہ چوں خبر

اور اس وقت حرمین شریفین میں متعارف ہے کہ

---

[1] صحیح البخاری — باب سنۃ الصلوٰۃ علی الجنازۃ — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۱۷۶
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری — " " — ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت — ۸/۱۲۲
[3] القرآن ۳۳/۵۶
[4] القرآن ۹/۱۰۳
[5] صحیح البخاری — باب ھل یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/۹۴۱

می رسد کہ فلاں مرد صالح در بلدے از بلادِ اسلام فوت کردہ است شافعیہ نماز برئے میکنند و بعضے حنفیہ با ایشاں شریک می شوند از قاضی علی بن جار اللہ کہ شیخ حدیث ایں فقیر بود پُرسیدہ شد کہ حنفیہ چوں شریک می شوند در گزاردن ایں نماز، گفت دُعائے است کہ میکنند فلا باس بہ۔[1]

جب اطلاع ملتی ہے کہ فلاں مرد صالح بلادِ اسلام میں کسی شہر میں فوت ہوگیا تو شافعیہ اس کی نماز پڑھتے ہیں اور کچھ حنفی بھی ان کے ساتھ شریک ہوجاتے ہیں قاضی علی بن جار اللہ سے جو فقیر کے شیخ حدیث تھے پُوچھا گیا کہ حنفیہ اس نماز کی ادائیگی میں کیسے شریک ہوتے ہیں؟ اُنھوں نے فرمایا کہ ایک دُعا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

تمام نصوص صریحہ کتب معتمدہ و اجماع جمیع ائمہ مذہب کے مقابل گیارھویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کرتے ہُوئے شرم چاہیے تھی۔

(۱) امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین ابن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی کہ متاخرین تو متاخرین خود ان کے معاصرین ان کے لیے مرتبۂ اجتہاد کی شہادت دیتے۔ ان امام جلیل کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی مسئلہ مذہب پر بحث کرنا چاہیں تو ڈرتے ڈرتے یُوں فرماتے ہیں:

لو کان الیّ شیئ لقلت کذا[2] مجھے کچھ اختیار ہوتا تو یُوں کہتا۔ (دیکھو فتح القدیر مسئلہ آمین و کتاب الحج باب الجنایات مسئلہ حلق وغیرہما)

پھر جو بحث وُہ کرتے ہیں علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں مسموع نہ ہوگی، اس پر عمل جائز نہیں، مذہب ہی کا اتباع کیا جائے گا۔ رد المحتار نواقض مسح الخف میں ہے:

قد قال العلامۃ قاسم لاعبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الہمام اذا خالف المنقول۔[3]

علامہ قاسم نے فرمایا: ہمارے استاد امام ابن الہمام کی بحثوں کا کچھ اعتبار نہیں جب وہ مسئلہ منقولہ مذہب کے خلاف ہوں۔

اسی طرح جنایات الحج میں ہے۔ نکاح الرقیق میں علامہ نور الدین علی مقدسی سے ہے:

الکمال بلغ رتبۃ الاجتہاد وان کان البحث لایقضی علی المذہب۔[4]

امام ابن الہمام رتبۂ اجتہاد تک پہنچے ہُوئے ہیں اگرچہ بحثِ مذہب پر غالب نہیں آسکتے۔

---

[1] مدارج النبوۃ — انتقال شاہ حبشہ نجاشی — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۳۷۷

[2] فتح القدیر — باب صفۃ الصلوٰۃ و باب الجنایات — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۷ و ۲/۴۴۸

[3] رد المحتار — باب المسح علی الخفین — ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۱۸۴

[4] 〃 — نکاح الرقیق — 〃 〃 〃 ۲/۳۷۸

پھر جسے ادنیٰ لیاقتِ اجتہاد بھی نہیں تمیع ائمہ مذہب کے خلاف اُس کی بات کیا قابلِ التفات! طحطاوی باب العدت میں ہے:

النص ھو المتبع فلا یعول علی البحث معہ[1] — نقل ہی کا اتباع ہے تو مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔

(۲) تصریح ہے کہ خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں، ہم نے العطایا النبویہ میں اس کی بہت نقول ذکر کیں۔ حلبی علی الدر باب صلوٰۃ الخوف میں ہے:

لایعمل بہ لانہ قول البعض[2] — اس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے۔

تو جو ایک کا بھی قول نہ ہو اُس پر کیونکر عمل ہو سکتا ہے۔

(۳) نصوص جلیہ ہیں کہ متون کے مقابل شروح، شروح کے مقابل فتاوٰی پر عمل نہیں۔ ہم نے ان کی نقول متوافرہ اپنی کتاب فصل القضا فی رسم الافتاء میں روشن کیں اور علامہ ابراہیم حلبی محشی در کے قول میں مذکور ہے:

لایعمل بہ لمخالفتہ لاطلاق سائر المتون[3] — اس پر عمل نہیں کہ اطلاق جملہ متون کے خلاف ہے۔

جب نہ متون بلکہ صرف اطلاق عبارات متون کا مخالف ناقابلِ عمل، تو جو متون و شروح و فتاوٰی سب کے خلاف ہے اس پر عمل کیونکر محتمل!

(۴) پھر وُہ بحث کچھ ہستی بھی رکھتی ہو، نمازِ جنازہ مجرد دُعا کے مثل زنہار نہیں۔ دُعا میں طہارتِ بدن، طہارتِ جامہ، طہارتِ مکان، استقبالِ قبلہ، تکبیرِ تحریمہ، قیام تحلیل استقرار علی الارض کچھ بھی ضرور نہیں، اور نمازِ جنازہ میں یہ اور ان سے زائد اور بہت باتیں سب فرض ہیں، کیا اگر کچھ لوگ اسی وقت پیشاب کرکے بے استنجا، بے وضو، بے تیمم جنازہ کے پاس آئیں اور ان میں ایک شخص قبلہ کو پشت کرکے جنازہ کی پٹی سے پیٹھ لگا کر بیٹھے اور باقی کچھ اس کے آگے کچھ برابر لیٹے بیٹھے، کچھ گھوڑوں پر چڑھے اور اُتر دکھن پورب مختلف جہتوں خلافِ قبلہ کو منہ کئے ہوں، وہ پشتوں میں کہے، الٰہی! اس میت کو بخش دے اور یہ سب انگریزی وغیرہ میں آمین کہیں، تو کوئی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب العدۃ فصل فی ثبوت النسب دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۴۱
[2] رد المحتار بحوالہ حلبی باب صلوٰۃ الخوف ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۶۸
[3] ایضاً

عاقل کہہ سکتا ہے کہ نمازِ جنازہ ادا ہُوئی اور اس طرح کی نماز میں حرج نہیں ۔ دُعائے ست کہ می کنند فلا باس بہ (ایک دُعا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔ ت) اجماع ائمہ مذہب کے خلاف ایسی بے معنی استناد کیسی جہالتِ شدیدہ ہے ۔ شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارھویں صدی کے ایک عالم تھے مگر عالم سے لغزش بھی ہوتی ہے ، پھر اس کی لغزش سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ اتباع کا ۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اتقوا زلۃ العالم وانتظروا فیئتہ[1] رواہ الحسن بن علی الحلوانی استاذ مسلم و ابن عدی والبیہقی والعسکری فی الامثال عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو ۔ اسے استاذِ امام مسلم حسن بن علی حلوانی ، ابن عدی ، بیہقی اور امثال میں عسکری نے حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۔ (ت)

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں ، عالم سے لغزش ہوتی ہے تو وہ اس سے رجوع کرلیتا ہے اور اس کی خبر شہروں شہروں پہنچ کر لغزش اس سے منقول رہ جاتی ہے[2] ذکرہ المناوی فی فیض القدیر (اسے علامہ مناوی نے فیض القدیر میں لکھا ۔ ت)

خدارا انصاف ! ذرا یُوں فرض کر دیکھئے کہ کتبِ مذہب میں جوازِ نمازِ غائب وتکرارِ جنازہ کی عام تصریحات ہوتیں ۔ اور ایک قاضی ممدوح نہیں ان جیسے دوسو قاضی اسے ناجائز بتاتے اور کوئی شخص کتبِ مذہب کے مقابل ان دوسو سے سند لاتا تو دیکھئے یہ حضرات کس قدر غل مچاتے ، اُچھل اُچھل پڑتے کہ دیکھو کتبِ مذہب میں تو جواز کی صاف تصریح ہے اور یہ شخص ان سب کے خلاف گیارھویں صدی کے دوسو قاضیوں کی سند دیتا ہے ہم ان کی مانیں یا کتبِ مذہب کو حق جانیں اور اب جو اپنی باری ہے تو تمام ائمہ مذہب کا اجماع ، تمام کتبِ مذہب کا اتفاق سب بالائے طاق ، اور تنہا قاضی ممدوح کو تقلید کا استحقاق ۔ اس ظلم صریح وجہل قبیح کی کوئی حد ہے ، مگر یہ ہے کہ جب کہیں کچھ نہ پایا یا الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا سوار (تنکا) پکڑتا ہے وباللہ العصمۃ ۔

مدارج النبوۃ نہ کوئی فقہ کی کتاب ہے نہ اس میں یہ حکایت بغرض استناد ، نہ شیخ کو اس پر تعویل واعتماد ۔ وہ حنفی ہیں اور مذہب حنفی خود اسی کتاب میں اسی عبارت سے اوپر یُوں بتا رہے ہیں ۔ مذہب امام ابو حنیفہ

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۱۱
[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۱۴۷ اتقوا الخ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۴۰

ومالکیہ رحمہم اللہ تعالٰی آنست کہ جائز نیست[1] (امام ابوحنیفہ و مالکیہ رحمہم اللہ تعالٰی کا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں ہے ت) پھر اس پر دلیل بنا کر مخالفین کے جواب دئے ہیں، نیز اس حکایت کے متصل ہی حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہر روز بہ نیت جملہ اموات مسلمین نماز غائب پڑھنے کی وصیت نقل کرکے اس پر سکوت نہ کیا کہ کہاں قاضی علی بن ظہیرہ اور کہاں حضور پُرنور غوثیت مآب۔ مبادا غلامانِ حضور اس سے حنفیہ کے لئے جواز خیال کریں لہذا معًا اس پر تنبیہ کو فرمادیا کہ ایشاں حنبلی اند و نزد امام احمد بن حنبل جائز است (وہ حنبلی ہیں اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک جائز ہے۔ ت) اگر شیخ کو اس حکایت سے استناد مقصود ہوتا تو یہاں استدراک و دفع وہم نہ فرماتے بلکہ اسے اس کا مؤید ٹھہراتے کما لایخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ پوشیدہ نہیں، اور خدائے پاک و برتر خُوب جاننے والا ہے۔ ت)

جواب سوالِ سوم : اوّلاً جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ نماز غائب و تکرارِ نماز جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں۔ تو امام کا شافعی المذہب ہونا اس ناجائز کو ہمارے لیے کیونکر جائز کرسکتا ہے! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[2]۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن امیرالمؤمنین علی ونحوہ احمد والحاکم بسند صحیح عن عمران بن حصین وعن عمرو بن الحکم الغفاری رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

ناجائز بات میں کسی کی اطاعت نہیں۔ اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے امیرالمومنین علی سے اور اسی کے ہم معنی امام احمد اور حاکم نے بسندِ صحیح عمران بن حصین سے اور عمرو بن حکم غفاری سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالٰے عنہم (ت)

ثانیًا : یہاں اطاعتِ امام کا حیلہ عجیب پادر ہوا ہے۔ بھائیو! وہ تمہارا امام تو جب ہو کہ تم اس کی اقتدا کرو۔ پیش از اقتدا اس کی اطاعت تم پر کیوں ہوئی اور جب تمہارے مذہب میں وہ گناہ و ناجائز ہے تو تمہیں ایسے امر میں اس کی اقتدا ہی کب روا ہے! یہ وہی مثل ہے کہ کسی کو دن نے کچھ اشعار قبیح و شنیع اغلاط پر مشتمل لکھ کر کسی شاعر کو سنائے، اس نے کہا یہ الفاظ غلط باندھے ہیں، کہا بضرورت

---

[1] مدارج النبوۃ	انتقال شاہ حبشہ نجاشی	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۳۷۷/۲
[2] صحیح البخاری	کتاب الاحکام	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱۰۵۷-۵۸/۲
صحیح مسلم	کتاب السلام	نور محمد اصح المطابع کراچی	۱۲۵/۲
مسند احمد بن حنبل	مروی از عمران بن حصین	دارالفکر بیروت	۶۶ و ۶۲/۵

شعری کہا یا باشعر گفتن چہ ضرور۔

ثالثاً: جائز یا فرض و واجب نمازیں جن میں حنفی حسب شرائط مذکور بحر الرائق وغیرہا اہلسنت کے کسی دوسرے مذہب والے مثلاً شافعی وغیرہ کی اقتداء کرے اس میں ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو امور ہمارے مذہب میں اصل سے محض ناجائز ہیں ان میں اس کی پیروی نہ کرے اگرچہ اس کے مذہب میں جائز ہوں۔ مثلاً صبح کی نماز میں وہ قنوت پڑھے تو یہ نہ پڑھے۔ نماز جنازہ میں امام پانچویں تکبیر کہے تو یہ نہ کہے۔

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

انما یتبعہ فی المشروع دون غیرہ[1]۔

اس کی پیروی صرف مشروع میں کرے گا غیر مشروع میں نہیں۔ (ت)

تنویر میں ہے:

یاتی الماموم بقنوت الوتر لا الفجر بل یقف ساکتا[2]۔

مقتدی قنوتِ وتر پڑھے قنوتِ فجر نہ پڑھے بلکہ خاموش کھڑا رہے۔ (ت)

بحر میں ہے:

لو کبر خمسا فی الجنازۃ حیث لایتابعہ فی الخامسۃ[3]۔

اگر امام نے جنازہ کے اندر پانچ تکبیریں کہیں تو پانچویں میں اس کی پیروی نہ کرے۔ (ت)

جب بعد اقتدا یہ حکم ہے تو قبل اقتدا امر ناجائز و نامشروع میں اقتداء کی اجازت کیونکر ممکن، بغرض مذہب مہذب حنفی کا حکم تو یہ ہے، باقی جو کوئی غیر مقلد بننا چاہے تو آج کل آزادی و بے لگامی کی ہوا چل رہی ہے ہر شخص کو شتر بے مہار ہونے کا اختیار ہے اور اس کے رد میں بحمد اللہ تعالٰی ہمارے رسائل النہی الاکید وغیرہ کافی۔

واللہ المستعان علی اھل طغیان، واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلوٰۃ واکمل

سرکشی والوں کے خلاف خدا ہی سے مدد طلبی ہے، اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام حمد خدا کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور بہتر

---

[1] العنایۃ علٰی ھامش فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۰

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[3] بحر الرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵

24 السلام علی سیّد المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین آمین واللہ تعالٰی اعلم۔

درود، کامل تر سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد پر اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ الٰہی! قبول فرما۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)